عرفانِ محبت

— از —

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی دامت برکاتہم

مکتبہ فردوس
مکارم نگر۔ لکھنؤ

فرماتے ہیں یہ اہل محبت ہو مبارک
احمد ترا دیوان ہے عرفانِ محبت

عرفانِ محبّت

حمد و نعت اور عارفانہ و عاشقانہ اشعار کا دل آویز مجموعہ

از

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی
دامت برکاتہم

ناشر
مکتبۂ فردوس مکارم نگر لکھنؤ

پہلا ایڈیشن

۱۴۰۰ھ ـ ۱۹۸۰ء

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی و ابونسیم ندوی

طباعت ——— جے، کے آفسٹ پریس دہلی

صفحات ——— ۱۸۰

قیمت ——— ۱۴/۰۰ چودہ روپے

باہتمام

عتیق الرحمٰن طیبی

طابع وناشر

مکتبۂ فردوس مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا شبلیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب شعر العجم کے حصۂ پنجم میں صوفیانہ شاعری کے باب کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"فارسی شاعری اس وقت تک قالب بے جان تھی جب تک اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا، شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے، تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، قصیدہ مداحی اور خوشامد کا نام تھا، مثنوی واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں، تصوف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے، جو سرتا پا جذبہ اور جوش ہے، عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے سینہ و دل گرما دئے، اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا، ارباب دل ایک طرف، اہل ہوش کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی۔"[1]

مولانا نے صحیح لکھا ہے، لیکن یہ متصوفانہ شاعری مختلف طبعی، نسلی، نیز سیاسی اور تاریخی اسباب کی بنا پر ایران میں پیدا ہوئی، عربی شاعری میں صوفیانہ کلام نہ ہونے کے برابر ہے، اور اگر کہیں ہے تو اس میں نمک نہیں، حضرت علی مرتضیٰ، سیدنا زین العابدین اور

---

[1] شعر العجم حصہ پنجم (مطبع معارف اعظم گڈھ) صـ ۱۱۲

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا بعض اولیاء کرام سے (جن کی زندگی عربی ماحول میں گزری) جو کلام منقول ہے اس کی نسبت صحیح نہیں، اور داخلی شہادتیں اس کی تردید کرتی ہیں کہ یہ ان کی زبان اور ان کا کلام ہے، عربی شاعری میں تصوف کا سارا سرمایہ سیدی ابن الفارض مصری (متوفی ۶۳۲ھ) کا عارفانہ و عاشقانہ کلام ہے، جو میخانۂ وحدت کے سرشار اور عربی کے قادر الکلام اور شیریں زبان شاعر تھے۔

اردو شاعری فارسی شاعری کی پروردۂ نعمت ہے، اس کا تغزّل اس کی تشبیب، بہار کا مضمون، ساقی نامہ، مدحیہ قصائد کا گریز اور اس کی بہت سی مضمون آفرینیاں اور نازک خیالیاں فارسی شاعری کا چربہ اور کہیں کہیں اساتذۂ ایران کے اشعار کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے، جس کو (اگر بڑی احتیاط سے کام لیا جائے تو) توارد کہہ سکتے ہیں، لیکن اردو کی صوفیانہ شاعری ایران سے مستعار لی ہوئی چیز یا فارسی شاعری کی نقالی نہیں کہ یہاں جو کچھ ہے اصل ہی اصل ہے، کیفیات باطنی ہیں اور وارداتِ دل، چاشنی و نمکینی ترکیب کی چستی اور کلام کی برجستگی استعاروں اور تشبیہات کی نزاکت و لطافت یہ سب چیزیں مانگے کی ہوسکتی ہیں لیکن جوش و مستی، بے خودی و وارفتگی بغیر باطنی کیفیت اندرونی سرشاری اور میخانۂ عشق سے براہ راست ربط و تعلق کے پیدا نہیں ہوسکتی، راقم سطور نے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے حصۂ سوم میں حضرت مخدوم بہاریؒ کے مکتوبات کے باطنی و ادبی پہلو کیطرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے:۔

> "ناقدین ادب نے وقت، ماحول، فضا اور طبیعت کے فراغ کو ادب و شاعری کے لئے بہت زیادہ سازگار اور معاون عنصر تسلیم کیا ہے اور بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ لبِ جو، کنارِ دریا، گوشۂ چمن، فصل بہار، نسیمِ سحر، صبح کا سہانا وقت، ان کی شاعری اور ان کے ادب کے لئے

محرک بن جاتا ہے، اور ان میں بہت سے لوگ ایسے مقام کی تلاش اور ایسے وقت کے انتظار میں رہتے ہیں، اس طرح یہ حقیقت تسلیم کرلی گئی کہ روح کی لطافت اور دماغ کا سکون ادبیات کے لئے بہت معاون ہے :"

بعض اہلِ دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے، وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرستی کا نتیجہ ہے اور اس کے لئے وہ کسی خارجی مدد اور مقام اور وقت کے محتاج نہیں ہوتے، ان کی خوشی و سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ اُن کے دل میں ہوتا ہے، خواجہ میر دردؔ نے جو خود صاحبِ دل اور صاحبِ درد تھے اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے ؎

جائیے کس واسطے اے دردؔ میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ" [1]

لیکن اردو میں یا تو اس دور کی صوفیانہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں جب اردو نے بال و پر نکالے ہی تھے، اور زبان ابھی عہدِ طفلی میں تھی، اس زمانہ کا صوفیانہ کلام پڑھئے تو آج آپ کو لطف نہ آئے گا کہ متروکات سے بھرا ہوا اور نامانوس الفاظ سے گھرا ہوا ہے، اسمیں صرف میر سراج الدین سراجؔ (م ۱۱۷۷ھ) کا استثنا ہے، جنھوں نے دکن کے ہوتے ہوئے خالص دلی کی زبان میں اپنے جذبات و واردات کا اظہار کیا ہے، اور زبان ایسی منجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے مرزا مظہر جانجاناںؒ اور خواجہ میر دردؒ کی ہو، ان کی ایک غزل کے مشہور شعر ہیں ؎

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ ۲۴۴

نشہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

سراج کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور ان کے بعد خواجہ میر درؔد کے ہاں تصوف کے حقائق و مضامین اور اِس میخانہ کی مستی اور سرشاری ملتی ہے، لیکن وہ تصوّف کے اسرار و حقائق کے محرم اور صاحبِ حال ہونے کے باوجود اصلاً غزل گو شاعر تھے، ان کے تغزل میں ان کی کیفیات باطنی اور حرارت عشق کا اثر آگیا اور اس نے انکے کلام کو حافظ کے کلام کی طرح سراپا انتخاب بنا دیا، اردو کے اس دور آخر میں حسرؔت، فاؔنی، اصغؔر اور جگؔر کے ہاں بھی محبت کا عرفان اور میخانۂ عشق کا فیضان ملتا ہے، لیکن وہ بھی غزل کے پردہ میں چھپا ہوا اور عشقیہ مضامین کے نیچے دبا ہوا ہے۔

اصل صوفیانہ کلام جس میں شاعرانہ محاسن، استادانہ مہارت، مضامین کی آمد، قوافی پر مالکانہ قدرت، اور تغزل کی چاشنی پورے طور پر پائی جاتی ہے وہ خواجہ عزیزالحسن مجذوؔب کا کلام ہے، جو ازل سے عاشقانہ طبیعت لے کر آئے تھے، اور ایک شیخ کامل کی صحبت نے جو صاحبِ حال وقال تھا اس کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

حضرت مجذوؔب (جن کی زیارت کا شرف تو خال خال لیکن ان کے کلام کے دیکھنے اور اس سے لُطف اٹھانے کی سعادت بار بار حاصل ہوئی) کے بعد دوسرے بزرگ جو

"سندانِ عشق" اور "جامِ شریعت" دونوں کے جامع نظر آئے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری ہیں (اطال اللہ حیاتہٗ و مد فیوضہٗ) ان کی تعلیم و تربیت، ان کا ماحول، ان کے معمولات زندگی، کسی چیز سے بھی کسی اجنبی کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ان کو عشق و مستی کی یہ کیفیت اور اسی کے ساتھ طبیعت کی یہ موزونیت عطا فرمائی ہے، کہ ان کا کلام عشق و مستی سے بھرپور اور معرفت و محبت کا "شرابِ طہور" نظر آتا ہے، ان کے کلام میں عشق و محبت کا مضمون اور گرمی و سرمستی اتنی نظر آتی ہے کہ ان کے دیوان کا نام صحیح معنیٰ میں "عرفانِ محبت" ہی ہو سکتا ہے، اور جس نے یہ نام تجویز کیا اس نے اپنے حسنِ مذاق کا ثبوت دیا۔

مجھے ان کے کلام کے سننے کا شرف ان کی زبان مبارک سے بارہا ہوا اور کبھی ان کے خادم خاص اور حافظِ کلام، کامل صاحب سے سُنا، اور ہر مرتبہ دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ یہ کلام مرتب کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو بھی اس سے فیض اٹھانے اور اپنے دل کی انگیٹھی گرمانے کا موقع ملے جن کو کسی وجہ سے ان کی مبارک مجالس میں شرکت کا اتفاق نہیں ہوا، اس تحریک میں برادر زادۂ عزیز محمد میاں مرحوم کا بڑا حصہ تھا وہ عرصہ سے مولانا سے تقاضا کر رہے تھے کہ مولانا اپنا منتشر کلام جمع کر کے ان کو عنایت فرما دیں، تاکہ وہ اس کو مرتب کر لیں، خدا کا شکر ہے کہ اس کا موقع ان کی زندگی میں آگیا انھوں نے اس کو پڑھا اور عنوانات تجویز کئے، اب یہ مجموعہ میرے سامنے ہے، اس کو اس مجموعی شکل میں جب دیکھتا ہوں تو کلام کی بلندی، جامعیت اور اشعار کی گرمی و مستی اور زیادہ بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہے، اس کو جہاں سے دیکھئے اور جدھر سے کھولئے یہ "عرفانِ محبت" ہی نظر آتا ہے، یہاں پر اس کے کچھ نمونے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کئے جاتے

ہیں، کلام کا اصل جوہر اس کی گرمی و مستی ہے، اور مولانا نے صحیح کہا ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمدؔ
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبّت میں

اس مستی اور محبت و عشق کی قدر و احترام کا نمونہ دیکھئے ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو، لیکن ترا بسمل نہیں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نثار جاں حزیں کر دے شوق سے احمدؔ
کھڑا ہے کون ؟ ذرا دیکھ تیرے سرہانے

خواجہ میر دردؔ نے اپنے ایک شعر میں (جس کا لطف وہی لے سکتے ہیں جو اسیرئ محبّت کی لذت و عزت کو سمجھتے ہیں) اس کی تمنا کی تھی کہ ان کو اس "بند محبت" سے کبھی آزاد نہ کیا جائے ؎

اپنے بندہ پہ جو تم چاہو سو بیداد کرو
پر کہیں جی میں نہ آجائے کہ آزاد کرو

مولانا نے اس کو (تحدیث بالنعمۃ کے طور پر) ایک واقعہ کی طرح بیان کیا ہے ؎

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمدؔ کبھی تجھ کو
وہ دام محبت سے نہ آزاد کریں گے

وہ لذت عشق سے پوری طرح آشنا اور اس کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں اسلئے ان کی زبان سے وہ اشعار نکلے ہیں جس سے فیضان محبت نہیں (جو جگر کے نزدیک عطائے عام

ہے[1] "عرفان محبت" کا اظہار ہوتا ہے، جو عطائے خاص ہے، کہتے ہیں ؎

کوئی اہلِ محبّت سے تو پوچھے　　عجب شے ہے صدائے لن ترانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے　　مجھے خود کر دیا روح المعانی

عشق نے احمد مجلّیؔ کر دیا　　ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے
کھول دی ہے میں نے بھی احمد دکانِ زندگی

وہ اسی کیف و مستی میں کبھی کبھی اسرار عشق و مستی و انکشاف کہہ جاتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

پوچھئے مت یہ اسرار ہیں عشق کے　　روتے روتے مجھے آگئی کیوں ہنسی

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آجتک وہ کبھی　　خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

ان کے نزدیک پروانہ کی طرح یک دم سے جل کر مرجانا کمال نہیں، عشق کی آگ میں جلتے رہنا اور ہزار بار جینا ہزار بار مرنا کمال ہے، فرماتے ہیں ؎

کمالِ عشق تو مرمر کے جینا ہے نہ مرجانا　　ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

---

[1] جگرؔ کہتے ہیں ؎
اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں　؛　فیضان محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی، بجھنا الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت

خدا نے ان کو اس عشق و مستی میں تمکین و ہوش کا مرتبہ سمجھنے کی قوت و توفیق عطا فرمائی ہے، فرماتے ہیں ؎

بھٹک کے منزلِ جاناں سے دور جا پہنچے جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

وہ سمجھتے ہیں کہ ساقی کی نگاہِ عنایت کا مستحق عالی ظرف مے نوش ہے نہ کہ تنک ظرف عقل و دین فروش، فرماتے ہیں ؎

کریں گے خاک وہ رندی سمجھ چکا ہوں میں

جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے

ان کو ساقی سے ربطِ اندرونی کا ایسا اطمینان ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جسمانی دوری سے بھی محرومی و مہجوری نہیں، فرماتے ہیں ؎

کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا

ہمارے پاس پہونچتے ہیں اُڑ کے پیمانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

میری دوری پسند ان کو ہے دوستو اب تو دوری سے بڑھکر حضوری نہیں

نیز ؎

عشق کا معجزہ اسے کہیئے دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

پھر وہ فرماتے ہیں ؎

بجز اس کے کہوں کیا تری نظروں کی کرامت ہے

کسی کا مے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا

ایک متبع شریعت شیخ[1] اور ایک صحیح النسبتہ سلسلہ[2] سے وابستگی نے آپ کے اندر طریقت پر شریعت کی فوقیت اور اتباع سنت کی ضرورت و اہمیت کو منکشف کر دیا ہے، اور مختلف اشعار میں آپ نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے ؎

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

اب نہ افراط باقی نہ تفریط ہے
عشق کامل ہوا معتدل ہو گیا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

لذت بندگی کے سامنے ہے
ہیچ سب حال و قال کی لذت

اس تحقیق و استقامت نے مولانا کو نفس و شیطان کے مکائد اور امراض نفس سے آگاہ کر دیا، اور آپ نے ان امراض و نقائص کی پردہ کشائی فرمائی، ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کوئی بھی منزل عرفان تک پہنچ نہ سکا
کسی کو نقص، کسی کو کمال نے مارا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

تیرے کرم خاص پہ سو جان سے قربان
میں اس سے ہوں ممتاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جو ہے اہل عشق کی ابتدا جو ہے اہل عشق کی انتہا
میں بتاؤں احمد بے نوا میرا اعتراف قصور ہے

---

[1] حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب رائے بریلوی مسترشد اولیں زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ۔
[2] سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ۔

اس حقیقت شناسی نے مولانا میں تفویض و تسلیم کی شان پیدا کر دی ۔ اور "جیب تمنا تہی" کا عالم نظر آیا، فرماتے ہیں ؎

ہوتی نہ یوں تکمیل محبت — اپنی تمنا ہوتی جو پوری

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

ان کی طلب ہے مقصدِ اعظم — اور ہر اک شے غیر ضروری

بہت سے اشعار سادگی و پُرکاری کا نمونہ ہیں حمد میں فرماتے ہیں ؎

آتش عشق نے جلا ڈالا — زندگی ہم نے مر کے پائی ہے
عمر غفلت میں ہو گئی برباد — میرے مالک تری دہائی ہے
میں وہ عاصی ہوں دیکھ کر جس کو — رحمت حق بھی مسکرائی ہے

یا مثلاً ؎

مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل — ایسے مرنے کی تم دُعا کرنا
خلوصِ دل سے پکارے اگر کوئی انکو — ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے
تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے — لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے

ایک جگہ مسلمانوں کو عام خطاب کیا ہے اور ان کو تبلیغ و ہدایت کا فریضہ یاد دلایا ہے، یہ اسّی سے زائد اشعار کی ایک نظم ہے جس کا مطلع ہے ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے — عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

اس میں تبلیغ بھی ہے تصوف بھی۔

مجاہد کی فضیلت و مرتبہ پر بھی ایک نظم ہے جس سے مولانا کے اندرونی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ تصوف تعطّل و فرار نہیں سکھاتا وہ دین کی حمیت اور اسلام کی

حمایت کا جذبہ بھی اُبھارتا ہے،

اردو کے بعض مشہور اساتذہ وشعراء کے اشعار نیز ہندی دوہوں پر مولانا کے بعض ترمیمی واصلاحی شعر بھی ہیں جو لطف سے خالی نہیں۔

غرض اس مجموعۂ کلام کو پڑھ کر اچھے اچھے حاضر باشوں کو بھی مولانا ہی کی زبان میں کہنا پڑتا ہے ؎

احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے، آ رہے ہیں ہم

خدا کرے یہ مجموعۂ کلام افسردہ دلوں کے دلوں میں گرمی اور خشک اور ویران آنکھوں میں کچھ نمی پیدا کرے کہ یہی اس کی اصل سوغات اور سو بات کی ایک بات ہے۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ
۲۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از علامۃ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی دامت برکاتہم

عصر حاضر کے شیخ کامل، بقیۃ السلف، عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم، کی سادہ وبے تکلّف مگر اثر انگیز اور دل میں اتر جانے والی نثر کا نمونہ ان کے مواعظ کی شکل میں آپ کے سامنے آچکا ہے، اور اس نثر نے اللہ کے بہت سے بندوں کے دل کی دنیا بدل دی ہے۔

اور اب یہ جان کر جس طرح مجھے بے پایاں مسرّت وشادمانی حاصل ہوتی ہے یقین ہے کہ آپ کو بھی حاصل ہوگی کہ حضرت مولانا کا منظوم کلام بھی عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے۔

مولانا کا منظوم کلام عام یا عامیانہ شاعری کے طرز پر نہیں ہے بلکہ وہ ایک عارفانہ منظوم کلام ہے۔ مولانا کی شاعری کا عنصر گل وبلبل کی داستان، یا ساغر وصہبا اور قلقل مینا کی حکایت نہیں ہے، ان کی شاعری کا عنصر درسِ توحید، توقیر رسالت، دردِ محبت، نورِ معرفت تسلیک وتربیت ہے۔ ان کی شاعری میں غالبؔ کی شاعری کا نہیں بلکہ مولانائے روم کی شاعری کا رنگ جھلکتا ہے۔

وہ نثر کے بجائے نظم میں دردِ محبّت سے آشنا بناتے ہیں، معرفت کا راستہ دکھاتے ہیں اور دلکش طریقہ سے سالکین کی تربیت فرماتے ہیں۔

وہ بادۂ توحید کی سرمستی میں فرماتے ہیں ؎

کسی کے سامنے میں کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھ کو
خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے
غلط ہر غیر پر مجھ کو اگر کچھ بھی بھروسہ ہے
بجز اللہ اپنا کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے

مقام رسالت کی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمدؐ — اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ
گر دیدۂ بینا ہو عطا تو نظر آئے — انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ

نذرانۂ عقیدت ببارگاہِ رسالتؐ ؎

تیرے در پر جو خیر الانام آگیا — اسکے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا

کبھی نہ مجھ کو تمنا ہو باغ رضواں کی — اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی — جنونِ محبت بڑھانے لگی
تصوّر میں کس کو یہ لانے لگی — مرے دل پہ بجلی گرانے لگی

محبّت کے کرشموں کا یوں ذکر کرتے ہیں ؎

ارے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبّت ہے — کبھی رنجور ہو جانا کبھی مسرور ہو جانا
یہ اکرامِ محبّت ہے، یہ انعامِ محبّت ہے — کہ اسکے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا
یہی جانِ محبّت ہے، یہی روحِ اطاعت ہے — ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہو جانا

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبّت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

سالکین کو یوں تعلیم دیتے ہیں ؎

خودی ہے اور خود رائی جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد

خودی اپنی مٹائیں اور خود رائی سے باز آئیں
یہ سب ہیں عشق کے احکام مولانا لئیق احمد

فنا کرتے نہیں اپنا ارادہ ان کی مرضی میں
محبّت ہے اسی کا نام مولانا لئیق احمد

مولانا کا مطمح نظر وہ نہیں ہے جو عام شاعروں کا ہوتا ہے اس لئے ان کے کلام میں شاعرانہ فنکاری کی نمائش نہیں ہے، ان کا کلام عارفانہ و مربیانہ ہے۔

مجھے اُمیّد ہے کہ مولانا کا کلام پڑھ کر بہت سے دل درد آشنا ہو جائیں گے اور بہتیرے لوگوں میں خدا شناسی کی لگن پیدا ہو گی۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی
مئو اعظم گڈھ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم مفتی دار العلوم دیوبند

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم جو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ یادگار ہیں اور نقشبندیت وچشتیت دونوں رنگوں کے سنگم ہیں۔ احقر کے نزدیک مولانا موصوف کی نسبت مع اللہ اس درجہ قوی ہے جس کی مثال نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ بڑے بڑے اہلِ علم وفضل مولانا کی ایک ہی مجلس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ آپ کا فیض ہر عام وخاص سب پر ابرِ باراں کی طرح فراواں ہے۔

حضرت مولانا کے عاشقانہ اور عارفانہ کلام کا مجموعہ "عرفانِ محبت" کے نام سے طبع ہونے کی خبر نے دل وجان کو مسرور کیا۔

مولانا کا ہر شعر مولانا کے جذب وکیف اور نسبتِ باطنی کی رفعتوں کا اہلِ نظر اور اہلِ دل کے لئے غماز ہے اور ناآشنائے درد کو آشنائے درد اور بسمل کرتا ہے۔ اب اس کی طباعت سے اسکے افادیت کی تعمیم باعث صد مسرت ہے۔ انشاء اللہ طالبینِ حق کے لئے اس کا مطالعہ باعثِ کیف وسرور اور موجبِ نشاط قلب وروح ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ، اس کتاب "عرفانِ محبت"، کو اپنے بندگان کی ہدایت اور ازدیاد محبت و معرفت اور صفت اجتباؤ جذب کا ذریعہ بنادیں، آمین، اور شرف قبولیت بخشیں۔ آمین

املاہ العبد محمود غفرلہ،

۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ناظم دعوۃ الحق ہردوئی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم کے عارفانہ کلام کا مجموعہ بنام "عرفانِ محبت" طبع ہونے کی خبر سے نہایت مسرت ہوئی کیونکہ اب اس خوان معرفت و محبت سے عامۃ الخلائق بھی مستفید ہوسکے گی۔ حضرت مولانا جس طرح خود سراپا عشق و محبت ہیں، اسی طرح حضرت کا کلام بھی عشق و محبت کا آئینہ دار اور طالبین کے لئے سلوک عشق کا شیخ رہنما ہے، نیز ہر شعر مولانا کی نسبت مع اللہ کے انوار و برکات کا حامل اور دوسروں تک بھی حسب استعداد آثار نسبت کو متعدی کرنیوالا ہے۔

یہ کتاب اسم اور مسمّٰی دونوں ہی اعتبار سے الہامی معلوم ہوتی ہے اور یہی تاثر اس زمانے کے دیگر اکابر علماء و صلحاء کے قلوب بھی محسوس کرتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری قدس سرہٗ نے تو حضرت کے مکان پر فرمایا تھا کہ مولانا پرتابگڈھی کے انوار مجھے زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں۔

مولانا کا عاشق حق ہونا ایسا بدیہی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی مولانا کی صحبت و

مجالست پالی وہ مولانا کے جذب وکیف اور محبّت و معرفت کے مخصوص رنگ کو دیکھ کر حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مراد آبادی قدس سرّہٗ کی زندہ تاریخ اور سوانح پاتا ہے۔

چنانچہ بلگرام میں ایک دفعہ ۱۹۷۶ء میں مولانا موصوف کے ایک وعظ کے بعد میں نے سامعین سے گذارش کی تھی کہ آج آپ لوگوں نے گویا حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرّہٗ کا وعظ سُن لیا۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ اس "عرفانِ محبت" کو شرفِ قبول اور حسنِ قبول بخشیں اور اس کی نافعیت کو عام وتام فرمائیں۔

ابرار الحق

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تعارف

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ، ناظم مجلس اشاعت الحق کراچی۔ پاکستان

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد!

حمد تیری اے خدائے لم یزل ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا ذکر تیرا روح کی میرے شفا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے عرش سے جب درود و سلام آگیا

بیشک حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی معرفت ہی کے لئے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے خمیر میں اپنی محبت ودیعت فرمائی اور اپنی ذات وصفات کی معرفت ہی کے لئے اپنا کلام پاک نازل فرمایا اس لئے کہ جسقدر معرفت کسی ذات کی اس کے کلام سے ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتی کیونکہ کلام کو متکلم سے بلا واسطہ نسبت ہوتی ہے اور متکلم کی خصوصیات اس کے کلام میں پوشیدہ ہوتی ہیں، چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چیست قرآں اے کلام حق شناس رونمائے ربّ ناس آمد بناس

اور معرفت ہی پر محبت موقوف ہے پس حق تعالیٰ کی معرفت و محبت دونوں ہی کلام اللہ

سے وابستہ ہے، اسی طرح ہر متکلم اپنے کلام سے پہچانا جاتا ہے اور اس کے خصوصیات کی جھلک اس کے کلام میں نظر آتی ہے، چنانچہ اہل محبّت کے کلام میں محبت کی گرمی و چاشنی اور اہلِ دل کے کلام میں جذب و کشش محسوس ہوتی ہے، اولیائے امت پر اپنے فرق مراتب کے ساتھ مختلف الوان کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر کوئی رنگ غالب ہوتا ہے کسی پر کوئی۔ چنانچہ کسی پر فنا و تواضع کا غلبہ ہوتا ہے کسی پر غیرت کا، کسی پر محبت کا اور کوئی تو بحر محبّت میں غرق ہو کر سراپا محبت ہی ہو جاتا ہے، پھر جو کوئی صدق طلب کے ساتھ ان کی خدمت میں جاتا اور ان کے کلام کو سنتا ہے وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے یا کم از کم محبت کا چھینٹا تو اس پر ضرور ہی پڑ جاتا ہے۔

شیخ المشائخ بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی دامت برکاتہم یقیناً اس شان محبّت و تواضع میں ممتاز و منفرد ہیں اور آپ کی شان آپ کے کلام سے بخوبی نمایاں ہے۔ آپ کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر رکھی ہے اور آپ کی صحبت میں بڑی برکت محسوس ہوتی ہے۔ آپ کا وعظ خواہ منظوم ہو یا غیر منظوم عجیب و غریب کیفیات کا حامل اور انوار نسبت سے معمور ہوتا ہے بالخصوص اثنائے مجلس میں جب کبھی اپنے مخصوص انداز میں اپنے کلام کے ساتھ مترنم ہوتے ہیں اور خود ہی اس کی توضیح و تشریح بھی فرماتے جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علوم و معارف کا دریا موجزن ہے اور سامعین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

موصوف نے اپنے مقام عالی کو تواضع و انکسار کے پردہ میں ایسا مستور کر رکھا ہے جس سے بسا اوقات بعض ظاہر بینوں کو دھوکا ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ہی کا یہ شعر ہے ؎

میری صورت دیکھ کر مت کھائیے ہرگز فریب	ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دل برباد میں

حالانکہ یہی تواضع اور کسر نفسی تو رفعت مقام اور عظمت شان تک پہونچنے کا زینہ ہے جیسا

کہ حدیثِ پاک میں ہے من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ اور اسی فنا و نیستی سے اہل اللہ کو وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو کر بزبانِ حال گویا اس کے ساتھ مترنم ہوتے ہیں ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اور واقعی یہ وہ دولت ہے کہ بڑی سے بڑی سلطنت اس کے مقابل ہیچ در ہیچ ہے، چنانچہ اہل اللہ ببانگ دہل فرماتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں وہ دولت ہے کہ اگر اس کی قدر بادشاہوں کو معلوم ہو جائے تو اس کے لئے وہ ہم پر چڑھائی کریں۔ اگرچہ وہ چڑھائی کرنے سے نہیں ملتی بلکہ خلوص نیت کے ساتھ اتباع سنت اور اہل اللہ کی خدمت کی برکت سے جب حق تعالیٰ کا فضل و کرم اور ان کی نظر عنایت ہوتی ہے تب یہ دولت میسّر آتی ہے۔ محض زبان کی صفائی اور خامہ فرسائی بھی اس کے لئے کافی نہیں جیسا کہ حضرت خود فرماتے ہیں ؎

نہ پائینگے کبھی اہل جنوں کی شانِ یکتائی
کریں اہل خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

اور فرماتے ہیں ؎

خدا سے گر تعلق ہو گیا پیدا تو سب کچھ ہے
نہیں تو کچھ نہ کام آئیگی یہ تیری گل افشانی

حضرت کا مجموعۂ کلام جلد ہی طبع ہونے والا ہے بلاشبہ اس کا ہر شعر معرفت میں ڈوبا ہوا اور ہر غزل محبت سے لبریز ہے اس لئے اس کو عرفان محبت ہی کے نام سے موسوم ہونا چاہیئے چنانچہ ایک خاص مجلس میں اس کے نام سے متعلق تذکرہ ہوا جسمیں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے ان حضرات کے مشورہ سے اس کا نام عرفان محبت تجویز ہوا

اور حضرت پرتابگڈھی دامت برکاتہم کا یہ شعر صادق آیا ؎

فرماتے ہیں یہ اہل محبت ہو مبارک ۔۔۔ احمد تیرا دیوان ہے عرفانِ محبت

یوں تو ہر غزل سے تواضع و محبت نمایاں ہے لیکن بالخصوص صرف محبت ہی پر صدہا اشعار اس میں موجود ہیں جنمیں الوان محبت جلوہ گر ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہاتھوں میں ہے ہر وقت ہی دامانِ محبت ۔۔۔ کچھ اور ہی عالم میں ہیں خاصانِ محبت
رونا کبھی ہنسنا کبھی جلنا کبھی بجھنا ۔۔۔ الوانِ محبت ہے یہ الوانِ محبت

اور دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

اسے نسیان کامل غیر سے واللہ ہے حاصل ۔۔۔ عجب کچھ شان دیکھی ہیں نے بیمارِ محبت میں
محبت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت ۔۔۔ نہیں پندار دیکھا میں نے سرشارِ محبت میں

اہل اللہ فرماتے ہیں کہ محبت فنا فی المحبوب کا نام ہے ظاہر ہے کہ اس کے بعد پندار کہاں باقی رہ سکتا ہے مندرجہ بالا دونوں شعر میں برکتِ محبت سے اسی کو تعبیر فرمایا ہے اس کے بعد تاثیر محبت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ؎

محبت کے جو دیوانے ہیں انکا حال تو یہ ہے ۔۔۔ مزہ آتا ہے ان کو صرف اذکارِ محبت میں
جسے بھی اک نظر دیکھیں وہی ہو جائے دیوانہ ۔۔۔ رسائی جن کی ہے اے دوست دربارِ محبت میں

پھر حکیمانہ انداز میں اس کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائیں کچھ کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

پھر اس کے بعد ناصحانہ انداز میں اس کی تحصیل کا طریق تعلیم فرماتے ہیں ؎

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک ۔۔۔ جلے گا تو نہ جبتک شوق سے نارِ محبت میں
پکڑ لے ہاتھ جو انکا وہی محبوب تک پہونچے ۔۔۔ خوشا یہ شانِ محبوبی فدا کارِ محبت میں

اور اس غزل کا آخری شعر ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمد
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبّت میں

دیکھئے ایک ہی غزل کے یہ چند اشعار ہیں لیکن اس میں ایک زبردست وعظ فرما دیا اور طریق کا اہم مسئلہ کس آسانی سے واضح فرما دیا۔ موصوف کے اشعار کی یہی خصوصیت ہے کہ ہر شعر مستقل ایک وعظ اور علوم و معارف کا ایک ایک باب ہے۔ یہ محض شاعری نہیں بلکہ یہ سب واردات قلبیہ ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ "خواجہ صاحب تصوف کے دقائق و غوامض اپنے اشعار میں ادا کرتے ہیں۔"

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ حضرت مولانا پرتاب گڈھی شریعت کے اسرار و حکم اور طریقت کے علوم و معارف اور تصوف کے دقائق و غوامض کو نہایت آسانی سے سادہ الفاظ میں بیان فرماتے جاتے ہیں۔ حضرت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبّت ہیں — کبھی رنجور ہو جانا کبھی مسرور ہو جانا
بجز اسکے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے — کسی کا مے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا
یہ اکرام محبت ہے یہ انعام محبّت ہے — کہ اسکے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا
وہ مالک ہیں جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے — نہیں دیکھا ہے کیا ذوالنار کا ذوالنور ہو جانا
اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے — مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

ان اشعار میں جو حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں ان کی شرح کا موقع تو نہیں البتہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب مضامین الہامی ہیں اور جس طرح فارسی میں مولانا رومؒ کے

کلام کو الہامی کہا جاتا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی | ہست قرآں در زبان پہلوی

تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اسکی یہی توجیہ فرمائی ہے کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ مثنوی مثل قرآن کے وحی الٰہی ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ بھی الہامی کلام ہے جو منجانب اللہ وارد ہوا ہے۔ اسی طرح عرفان محبت کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ الہامی کلام ہے۔ چنانچہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابتداء میں حضرت کی طبیعت کا رجحان اس طرف بالکل نہ تھا لیکن چالیس سال کی عمر کے بعد اچانک خود بخود اشعار کا بکثرت ورود ہونے لگا حتیٰ کہ بسا اوقات ایسی کیفیت ہوتی کہ اشعار کا دریا امڈنے لگتا، حضرت زبانی اشعار بولتے جاتے اور دو دو حضرات قلم کاغذ لے کر بیٹھے رہتے اور ان کو ضبط کرتے جاتے یہ سلسلہ گھنٹوں رہتا لوگ لکھتے لکھتے تھک جاتے اور کبھی کبھی تو ساری رات گذر جاتی مگر یہ سلسلہ منقطع نہ ہوتا ؎

جسے بھی سنایا بیانِ محبّت | وہی ہو گیا شادمانِ محبّت
نہ پائے گا ہرگز وہ خوانِ محبّت | نہیں دیکھی جس نے دوکانِ محبّت
رہا ہوش اپنا نہ غیروں کا اخترؔ | سُنی جب سے میں نے اذانِ محبّت

اور اذانِ محبّت سن لینے کے بعد کیا عالم ہوتا ہے ذرا اس کو بھی سُن لیجئے ؎

قربان وہ کر دیتا ہے جنت کی بہاریں | پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم
غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم | مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
فیضانِ محبت ہے جو آتا ہے نظر آج | ایک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم
یہ ہے تیرے قدموں کے نشانات کا عالم | کیا ہوگا تیری دید کے لذات کا عالم

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر ۔۔۔ پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم

احمد جسے اللہ کی رحمت نے نوازا ۔۔۔ ملتا ہے اسے عشق کے نفحات کا عالم

اور سچ تو یہ ہے کہ ان اشعار کا حقیقی لطف اسی وقت آتا ہے جب کہ مولانا خود اپنی زبانِ مبارک سے اپنے مخصوص انداز میں اپنا کلام سناتے ہیں اس وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتی اسی کو کہا گیا ہے ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید ۔۔۔ لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

بس بیساختہ یہی پڑھنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے ۔۔۔ پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

حضرت خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ، جن کی شان یہ تھی کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلفاء جن میں بڑے بڑے علماء وفضلاء بھی ہوئے جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو سب خاموش رہتے اور متکلم محض خواجہ صاحبؒ رہتے تھے ان کا یہ حال تھا کہ اپنا کلام حضرت کی زبان سے پڑھوا کر سنا اور بہت محظوظ ومتاثر ہوئے۔

نیز ہمارے بہت سے اکابر نے اس وعظ منظوم کو سنا ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری قدس سرہٗ تو فرمائش کر کے سنا کرتے تھے۔ آپ کی فرمائش بھی اس عنوان سے ہوتی کہ مولانا کچھ آیا ہے یعنی یہ نہ فرماتے کہ آپ نے کچھ تازہ اشعار کہے ہیں بلکہ یہ فرماتے کہ کچھ وارد ہوا ہے ؟ نیز فرماتے تھے کہ آپ کے کلام میں مبتدی، متوسط اور منتہی ہر ایک کے لئے تعلیم موجود ہے۔

واقعی نہایت عارفانہ ومحققانہ کلام ہے اور علوم ومعارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ چند اشعار اور نقل کردوں سنئے فرماتے ہیں ؎

یاد کا ان کی چھایا جب عالم فرش آیا نظر عرش اعظم
جبتک ان سے نہ نسبت ہو محکم کوئی شادی ہے شادی نہ غم غم
ان کے جلوؤں کی رنگیں بہاریں دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم
کھل گئی جب سے چشم بصیرت اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمد
خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

زندگی پر بھی مولانا کے بہت سے اشعار ہیں جسمیں عجیب و غریب مضامین ہیں اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

ملتی ہے اہل محبت کو زبانِ زندگی اور کوئی کر نہیں سکتا بیانِ زندگی
ہو گئے پیدا جہاں میں طالبانِ زندگی تم نے جب دنیا میں دی آکر اذانِ زندگی
میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے کھول دی ہے میں نے بھی احمد دکانِ زندگی

اور حضرت کا ساقی نامہ تو نہایت وجد آفریں ہے اور ساتھ ہی وعظ و نصیحت سے بھی لبریز ہے فرماتے ہیں ؎

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی رازداں ساقی
دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوزِ نہاں ساقی مئے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی
کرامت آپ کی دیکھی عیاں ساقی نہاں ساقی ادھر ساقی ادھر ساقی یہاں ساقی وہاں ساقی
میں ڈرتا ہوں نہ مٹ جائے سلف کی داستاں ساقی نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگ جہاں ساقی

اس کے بعد اللہ کے فضل و کرم پر نظر کر کے رجا کو غالب فرماتے ہیں ؎

مٹا سکتا نہیں کوئی مرا نام و نشاں ساقی کرم سے آپ جب خود ہی ہیں میرے پاسباں ساقی

مقام عشق ہے سمجھے گا اس کو رازداں ساقی
میں وہ میخوار ہوں جسکا ہے اب سارا جہاں ساقی
سناتا میں بھلا کیا عشق کی یہ داستاں ساقی
پس پردہ کوئی رہتا ہے ہر دم نغمہ خواں ساقی

کوئی اس لطف کو احمد سے پوچھے کوئی کیا جانے
کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

اور فرماتے ہیں ؎

محبت در حقیقت دوستو فیضِ رسالت ہے
محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے
محبت جس کو حاصل اسکو حاصل استقامت ہے
کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں اسکو راحت ہے
کرم سے اپنے بخشی مجھ کو توفیق انابت ہے
یہ وہ دولت جو واللہ رشک صد کرامت ہے

واقعی انابت الی اللہ بڑی دولت ہے اس لئے کہ اس سے مقبولیت عند اللہ اور قرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے جس کے سامنے صدہا کرامات ہیچ ہیں اس لئے کہ ان کو قرب میں کوئی دخل نہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جسکی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے
تیرا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جان حضور ہے

عام طور پر ہجر کی شکایت کیجاتی ہے لیکن مولانا نے اس کو اس نئے عنوان سے پیش فرمایا کہ ہجر کو بھی لذیذ و مرغوب بنا دیا فرماتے ہیں ؎

بخشا کسی کو قرب و حضوری
اور کسی کو لذت دوری
قرب کی لذت لوٹنے والو
جان محبت ہے غمِ دوری
ان کی مرضی پیشِ نظر ہے
کیسی قربت کیسی دوری
ہوتی نہ یوں تکمیل محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

ہر جلوہ پردہ ہے احمد
قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

—— اسی طرح فرماتے ہیں ؎

خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں ہم ان کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں
کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں کبھی دل کو سازِ حرم دیکھتے ہیں
فیوضِ درِ محترم دیکھتے ہیں کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں

—— نیز فرماتے ہیں ؎

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں جبکہ دوری میں احساس دوری نہیں
ہو گیا محو کچھ اس طرح دید میں اب حضوری میں ہوش حضوری نہیں
میری دوری پسند ان کو ہے دوستو! اب تو دوری سے بڑھکر حضوری نہیں

—— پروانے کا عشق تو مشہور ہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے
کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی وفور شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

—— مگر اس سے بھی ارفع ایک اور مقام ہے جس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

کمال عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

جب کوئی ہمکلام ہوتا ہے دل کا برہم نظام ہوتا ہے
حسن کا انتظام ہوتا ہے عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے
عشق کی اک نگاہ سے احمد ذرہ ماہِ تمام ہوتا ہے

—— مولانا نے اپنے کو ایسا مٹا رکھا ہے کہ واقعی فنا فی المحبوب کا صحیح نمونہ اور اپنے

ان اشعار کے پورے پورے مصداق ہیں ؎

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

یہ فیضانِ محبت ہے یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

یہی شانِ محبت ہے یہی آنِ محبت ہے
انہی کا ہو کے رہنا چاہیے کچھ بھی ہو جہاں رہنا

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

کہاں تک نقل کیا جائے کل منتخب ہی اشعار ہیں خدا کرے "عرفانِ محبت" جلد طبع ہو کر منصۂ شہود پر آئے اور سب کو انتفاع کی توفیق ہو۔ آمین

اس تعارف کی ابتدا تیمناً مولانا کی حمد و نعت کے دو شعر سے کی تھی اب انتہا بھی موصوف ہی کے چند اشعار پر کرتا ہوں تاکہ ابتدا و انتہا دونوں کی برکت سے درمیانی حصہ بھی متبرک ہو کر قبول ہو جائے اور مفید و نافع ثابت ہو ؎

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت
مقدر سے ترے پہلو میں جب میں نے جگہ پائی

میں اس پر جان و دل سب کچھ کروں قرباں نہ کیوں آخر
کرم سے جس کے دردِ لا دوا کی بھی دوا پائی

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں اُن پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہلِ محفل کا
حدیثِ عشق کی احمدؔ نے جب بھی شرح فرمائی

محمدؐ اختر
مقیم حال اشرف المدارس ہردوئی

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

حمد و نعت

نام تیرا میرے دل کی ہے دوا

حمد تیری اے خدائے لم یزل
ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلّاق ہے
تو ہی رب انفس و آفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا
شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیمُ یا سمیعُ یا بصیر
تو ہی قادر اور تو ہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا
ذکر تیرا روح کی میری شفا
یہ زمین و آسماں، شمس و قمر
دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تو ہی مالک تو ہی رب العالمیں
تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں
شان تیری کون سمجھے گا بھلا
ابتدا تو ہی ہے تو ہی انتہا
تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا
جان و دل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
کید سے شیطان کے یارب چھڑا
اور شرورِ نفس سے مجھ کو بچا
یاالٰہی مجھ کو اب اپنا بنا
کرلے تو مقبول احمد کی دعا

خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے

کسی کے سامنے میں کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھکو
خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے

مجھے ہے ناز اس کی بندگی پر اور غلامی پر
نہیں جس کے علاوہ اور کوئی خلاق عالم ہے

غلط ہے غیر پر مجھکو بھروسہ ہے اگر کچھ بھی
بجز اللہ کوئی اپنا مونس ہے نہ ہمدم ہے

سوا اللہ کے کیوں غیر کو حاجت روا سمجھیں
زمین و آسماں اس کا، اسی کا عرش اعظم ہے

ہم ان کو یاد کرتے ہیں، وہ ہم کو یاد کرتے ہیں
یہ وہ دولت ہے جس کے سامنے جو چیز ہے کم ہے

مبارک مجھکو میں قربان کردوں کیوں نہ جان اپنی
اسی کا ذکر ہر دم ہے، اسی کی یاد پیہم ہے

رسول پاک لا احصی ثناءً جب کہ فرمائیں
کرے تعریف پھر اس کی کوئی کس میں یہ دم خم ہے

جہالت سرکشی اور ظلم سے تاریک تھی دنیا
جب آئے رحمت عالم جہاں رحمت کا عام ہے

گھٹائیں کفر کی چھائی ہوئی تھیں ساری دنیا پر
خدا کے نور سے انکے منور سارا عالم ہے

جو تن من دھن سبھی قربان کردے ان کی مرضی پر
وہی اللہ والا، عاشق فخر دو عالم ہے

تمہارا ہوں تمہارا غیر سے ہے مجھکو کیا مطلب
محبت آپ سے سرکار ہے لیکن ابھی کم ہے

مجھے اپنا بنائیں گے، مجھے جلوہ دکھائیں گے
میں اس قابل نہیں لیکن یقیں مجھکو یہ تاہم ہے

ہے اس دولت پہ ہفت اقلیم کی بھی سلطنت قرباں
غلامی پر ہے جس کی ناز وہ نبیوں کا خاتم ہے

دوستو! زندگی کا پیام آگیا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا — دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آگیا، انبیا کا امام آگیا — لیکے فیضان دارالسلام آگیا
تیرے در پر جو خیر الانام آگیا — اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا
سازوسامان عیش دوام آگیا — یعنی حکم سجود و قیام آگیا
اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسیں — جب مقدر سے حسن تمام آگیا
پاگیا پاگیا حاصل زندگی — در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا
دور ظلمت ہوئی، دل منور ہوا — جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
ان کی مرضی نظر آئی رشک جناں — عشق میں ایک ایسا مقام آگیا
لائے تشریف جب سید المرسلین — خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
ظلم رخصت ہوا عدل قائم ہوا — عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا
تیرے ابرِ کرم سے شہِ انبیا — ہو کے سیراب ہر تشنہ کام آگیا
فیضِ ساقیٔ کونین صلِّ علیٰ — جو بھی چاہے پیئے اذنِ عام آگیا
تیری برکت سے اے سیدِ انس و جاں — صبح روشن ہوئی کیفِ شام آگیا
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے — عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی — لب پہ احمد کا شیریں کلام آگیا

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے
نبیؐ کا جو کوئی سچّا غلام ہو جائے

کبھی نہ مجھکو تمنا ہو باغ رضواں کی
اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے

زباں پہ جاری رہے ہر گھڑی درود وسلام
ہمارا بس یہی دن رات کام ہو جائے

خدا کا بھی وہی محبوبِ خاص ہوتا ہے
جو کوئی عاشقِ خیر الانام ہو جائے

خدا کے ذکر میں دن رات میں رہوں مشغول
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

وہ خوش نصیب جسے فیضِ خاص پہونچا ہے
جہاں میں اس کا نہ کیوں فیضِ عام ہو جائے

نگاہ لطف سے گر آپ دیکھ لیں سرکار
نہ ذرّہ کس لئے ماہِ تمام ہو جائے

جو دل سے سید عالم کی اتباع کرے
وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے

الٰہی، انجو شفیع الامم کے صدقے میں
مدینہ جانے کا پھر انتظام ہو جائے

حضورِ دل سے رہیں ان کی یاد میں مشغول
ہمارا شغل یہی صبح و شام ہو جائے

پامال نہ ہوگا کبھی گلزار محمدؐ

انکار ہے اللہ کا انکارِ محمدؐ
اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ

گر دیدۂ بینا ہو عطا، تو نظر آئے
انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ

سرکارِ دو عالم کی جو سنت پہ فدا ہیں
بس ان کو نظر آئیں گے انوارِ محمدؐ

ہے سنت نبوی سے نہیں جن کو سروکار
ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرار محمدؐ

کیا پوچھنا اس کا وہ سعیدِ ازلی ہے
ہو جائے جسے خواب میں دیدار محمدؐ

غم مجھ کو نہیں لاکھ زمانہ ہو مخالف
پامال نہ ہوگا کبھی گلزار محمدؐ

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمدؐ

کیا پوچھتے ہو، ان کے مدارج کی نہیں تھاہ
قربان میں ان پر جو ہیں انصار محمدؐ

قربان کریں جان، یہاں سر کے بل آئیں
دربار محمدؐ ہے یہ دربارِ محمدؐ

ہے کون بسا دیدہ و دل میں ترے احمدؔ
ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدار محمدؐ

صدقے میں محمدؐ کے تو احمدؔ کی دعا سُن
اللہ دکھا پھر اسے دربارِ محمدؐ

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی

صبا مست ہو کر پھر آنے لگی
پیامِ محبت سنانے لگی

تصور یہں کس کو یہ لانے لگی
مرے دل پہ بجلی گرانے لگی

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی
جنونِ محبت بڑھانے لگی

وہ آٹھ آٹھ آنسو رلانے لگی
کہ پھر آگ دل میں لگانے لگی

کچھ اس طرح نغمے سنانے لگی
مجھے مرغ بسمل بنانے لگی

مرے دل کی کلیاں کھلانے لگی
کہ فصل بہاراں پھر آنے لگی

شرابِ تصور پلانے لگی
مجھے مست و بےخود بنانے لگی

دیوانہ مجھے پھر بنانے لگی
ہنسانے لگی اور رُلانے لگی

نہ جانے مجھے کیا دکھانے لگی
بہار قُبا یاد آنے لگی

میری تشنگی پھر بڑھانے لگی
مجھے یاد زمزم کی آنے لگی

یہ کس واسطے میں تڑپنے لگا
صدا کیا یہ کانوں میں آنے لگی

مسرت سے کیوں جھومنے میں لگا
یہ کیا مجھ کو مژدہ سنانے لگی

مبارک، مبارک، یہ امید و بیم
محبت کا نقشہ دکھانے لگی

پڑھوں کیوں نہ دل سے درود و سلام
مجھے لذت دید آنے لگی

ہر طرف ہے ان کے جلوؤں کی بہار

احمد عاصی پہ ہو مولیٰ کرم
تیری رحمت کی نہیں حد لا جرم

اور کوئی دوسرا مالک نہیں
جز ترے کس سے کریں فریاد ہم

یہ دعا عاجز کی اب مقبول ہو
عرض ہے تجھ سے یہی باچشم نم

وہ بھی دن آئے میرے اللہ اب
جب روانہ میں ہوں پھر سوئے حرم

اے میرے اللہ، ارض پاک پر
ڈرتے ڈرتے پھر پڑیں میرے قدم

پھر نہاؤں بارشِ انوار میں
پھر دکھا مولیٰ مجھے صبحِ حرم

ہر طرف ہے ان کے جلوؤں کی بہار
مرحبا صلِّ علی شامِ حرم

ان کے در پر پھر ہو میری حاضری
تو نے جن کی جان کی کھائی قسم

سرورِ عالم کے صدقے میں کریم
روح کی راحت کے ساماں ہوں بہم

وصل کی لذت سے اب مسرور کر
بھول جاؤں ہجر کے سب درد و غم

ہائے کب تک ہجر میں تڑپا کروں
کھینچ لے اب کھینچ لے ارض حرم

پھر مقدر پر ہو اپنے مجھ کو ناز
پھر دکھا دے یا الٰہی ملتزم

کاش یہ دولت ہو پھر مجھ کو نصیب
میری پیشانی ہو اور تیرا قدم

کون ؟ طیبہ کے لئے بیتاب ہے
قلب مضطر سے صدا آئی کہ ہم

زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

یاد دل میں تیری بسائی ہے — حسرتِ دید رنگ لائی ہے
رٹ تیرے نام کی لگائی ہے — اس سے تسکین دل نے پائی ہے
غیر کی یاد جب بھلائی ہے — تب تری یاد دل پہ چھائی ہے
باغِ دل میں بہار آئی ہے — رحمتیں بے شمار لائی ہے
مرحبا، مرحبا، مبارک ہو — دل میں آج ان کی یاد آئی ہے
جس نے دیکھا، وہی ہوا قرباں — واہ کیا شانِ دلربائی ہے
جامِ الفت نہیں پیا جس نے — اس میں کیا خاک پارسائی ہے
اس پہ قرباں کیوں نہ ہوں جس نے — مئے الفت مجھے پلائی ہے
دونوں عالم نثار کردے گا — لذّتِ قرب جس نے پائی ہے
میرے دل میں ہے آج کیوں دھڑکن — کیا صبا کچھ پیام لائی ہے
سبز گنبد کے دیکھنے والے — دولتِ قرب تو نے پائی ہے
میں کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ — تیری رحمت ہی کھینچ لائی ہے
مجھ سے راضی ہیں وہ بحمد اللہ — مژدہ لے کر صبا یہ آئی ہے
ذکر ہوتا رہے مدینہ کا — بات یہ میرے دل کو بھائی ہے
دوستو! ہوگیا خدا جس کا — سچ یہ ہے اس کی کُل خدائی ہے
یاد میں تیری جو ہوا مشغول — لذّتِ دید اس نے پائی ہے
اس کو حاصل نہ ہوگا چین کبھی — غیر سے جس نے لَو لگائی ہے

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ساز دل سے صدا یہ آئی ہے
اب نہ در آپ کا میں چھوڑوں گا بات دل میں یہی سمائی ہے
آتش عشق نے جلا ڈالا زندگی ہم نے مر کے پائی ہے
عمر غفلت میں ہو گئی برباد میرے مالک تیری دُہائی ہے
میں وہ عاصی ہوں، دیکھ کر جس کو رحمتِ حق بھی مسکرائی ہے
ہے اشارہ کچھ ان کی جانب سے اس لئے یہ غزل سرائی ہے

تجھ کو اپنا بنائیں کیوں احمؔد
ہائے جب تجھ میں خود نمائی ہے

تڑپتے ہیں خود سب کو تڑپا رہے ہیں

مبارک ہو ہم پھر حرم جا رہے ہیں مقدّر پہ اپنے اب اترا رہے ہیں
تڑپ اپنے دل میں جو ہم پا رہے ہیں وہ شائد ہمیں یاد فرما رہے ہیں
ہماری مسرت کا عالم نہ پوچھو حرم جا رہے ہیں حرم جا رہے ہیں
مبارک، مبارک، مبارک، مبارک وہ یاد آ رہے ہیں وہ یاد آ رہے ہیں
جہاں رات دن کا ہے عالم نرالا وہاں جا رہے ہیں، وہاں جا رہے ہیں
یہ آخر ہمیں آج کیا ہو گیا ہے تڑپتے ہیں خود سب کو تڑپا رہے ہیں

کرم ہے، کرم، خاص احمؔد پہ ان کا
کہ جلوہ اسے اپنا دکھلا رہے ہیں

خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے

کب حرم کی بہار دیکھیں گے
کب نبی کا دیار دیکھیں گے

خود کو جب شرمسار دیکھیں گے
رحمتیں بے شمار دیکھیں گے

ہو کے نادم خطاؤں پر اپنی
رحمتِ کردگار دیکھیں گے

روضۂ پاکِ مصطفیٰؐ کب تک
میرے پروردگار دیکھیں گے

نام کو بھی خلش نہ ہو جس میں
کب وہ لیل و نہار دیکھیں گے

حق نے چاہا تو سبز گنبد کو
شوق میں بار بار دیکھیں گے

خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے
ہم کو جب اشکبار دیکھیں گے

ان کے تیرِ نظر کا کیا کہنا
ہم اسے دل کے پار دیکھیں گے

لائیں گے ان کو ہم تصور میں
دل کو جب بیقرار دیکھیں گے

دیکھ لیں گے جسے وہ ایک نظر
ہم اسے بادہ خوار دیکھیں گے

یاد میں ان کی ہو کے ہم مشغول
باغِ دل کی بہار دیکھیں گے

مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

غلامانِ سرکار یاد آرہے ہیں
وہ اعوان و انصار یاد آرہے ہیں

جو چون و چرا جانتے ہی نہیں تھے
خدا کے وفادار یاد آرہے ہیں

خدا ان سے راضی، وہ راضی خدا سے
محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں

ہے خود دین کو ناز جن ہستیوں پر
وہی مجھ کو دیندار یاد آرہے ہیں

جو پیتے تھے ہر دم شرابِ محبت
وہی مجھکو میخوار یاد آرہے ہیں

مسخر ہوئے جن سے اغیار کے دل
وہ اخلاق و کردار یاد آرہے ہیں

وہ صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
وہ ابرار و اخیار یاد آرہے ہیں

لٹا دی خدا کے لئے ساری دولت
وہ امت کے سردار یاد آرہے ہیں

وہ دو نور والے رفیقِ پیمبرؐ
وہ عثمانؓ زردار یاد آرہے ہیں

تھے حسّان جو عاشق فخرِ عالم
ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں

میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں اب تو
صحابہ کے گھر بار یاد آرہے ہیں

محبت صحابہ کی پیدا ہو جن سے
وہ اخبار و آثار یاد آرہے ہیں

تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ
مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ
وہ برکات و انوار یاد آرہے ہیں

غلامانِ احمد پہ قربان احمد
حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

محمدؐ پہ احمدؔ فدا ہو چکے ہیں

خدا کو وہی لوگ پیارے ہوئے ہیں — محمدؐ سے جو دل لگائے ہوئے ہیں
وہ دل میں ہمارے سمائے ہوئے ہیں — ہم اللہ سے لَو لگائے ہوئے ہیں
ہمیں تو ہے اللہ سے صرف مطلب — ہم اوروں کو دل سے بھلائے ہوئے ہیں
نظر ہی نہیں غیر آئے گا اُس کو — وہ آنکھوں میں جس کی سمائے ہوئے ہیں
کسی اور کا ہوش ہو مجھ کو کیوں کر — وہ ہر آن جب مجھ پہ چھائے ہوئے ہیں
مقدر نہ کیوں عرش پر اپنا دیکھوں — وہ خود جب مرے دل میں آئے ہوئے ہیں
عجب لطف و لذت ہے اللہ اکبر — تری یاد دل میں جمائے ہوئے ہیں
کہاں ہم، کہاں یاد تیری الٰہی — کرم ہی سے دولت یہ پائے ہوئے ہیں
نہیں ہے فرشتوں کو اس کی خبر کچھ — کہ جو چوٹ ہم دل پہ کھائے ہوئے ہیں
لٹائیں نہ کیوں جان اور مال اپنا — حلاوت جو ایماں کی پائے ہوئے ہیں
نثار ان پہ ہو دین و دنیا کی دولت — محبت کے جو تیر کھائے ہوئے ہیں
وہی تو ہیں اللہ کے خاص بندے — جو ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہیں

جھکائیں گے ہرگز نہیں سر کہیں بھی
ترے در پہ جو سر جھکائے ہوئے ہیں

خدا ان کو شاد اور آباد رکھے
جو محفل کو ان کی سجائے ہوئے ہیں

خدا کو وہ بندے بہت ہی ہیں پیارے
جو سینے سے قرآں لگائے ہوئے ہیں

نہ کیوں ناز قسمت پہ اپنی کریں ہم
محمدؐ سا آقا جو پائے ہوئے ہیں

فدا اس پہ ہو جاؤ تم جان و دل سے
محمدؐ جو فرمان لائے ہوئے ہیں

وہ عالم کے رحمت ہیں رحمت کے عالم
کہ ایمان ہم جن پہ لائے ہوئے ہیں

غلامانِ احمدؐ کا کیا پوچھنا ہے
وہ دوزخ کو جنت بنائے ہوئے ہیں

چلو دوستو! دل کریں اپنا روشن
وہ شمعِ محبت جلائے ہوئے ہیں

نہیں بھول کر یہ کبھی ہم نے سوچا
کہ دنیا میں کیوں آہ آئے ہوئے ہیں

جو آئے تھے ہم قول کر کے خدا سے
وہ دنیا میں ہم سب بھلائے ہوئے ہیں

نہیں ہائے اللہ سے کچھ تعلق
سب اغیار سے دل لگائے ہوئے ہیں

خطا کر معاف اپنی رحمت سے یارب
گنہگار سب در پہ آئے ہوئے ہیں

گنہگار ہیں ہم، خطا کار ہیں ہم
مگر آس تجھ سے لگائے ہوئے ہیں

محمدؐ پہ احمد فدا ہو چکے ہیں
یہ انعام مالک سے پائے ہوئے ہیں

ایمان کی لذّت تجھے اللہ چکھائے

دربارِ نبی پھر تجھے اللہ دکھائے
پھر ہند سے طیبہ کی طرف جلد تو جائے

لبیک کی کانوں میں صدا پھر ترے آئے
ساقی تجھے پھر جام محبت کے پلائے

اللہ تجھے شرک سے بدعت سے بچائے
تا عمر تجھے سنّتِ نبوی پہ چلائے

ایمان کی لذت تجھے اللہ چکھائے
دیوانہ تجھے عشقِ محمدؐ کا بنائے

ہے میری دعا اب ترا مقصود بر آئے
زمزم سے تری پیاس کو اللہ بجھائے

پھر گنبدِ خضرا کا ہو دیدار میسّر
کعبہ تجھے پھر اپنے کلیجہ سے لگائے

گلدستۂ محبت

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے

قیامت ہے ترا نزدیک رہ کر دور ہو جانا
نظر کے سامنے رہتے ہوئے مستور ہو جانا

کوئی انکار کر سکتا ہے یہ تو اک حقیقت ہے
ترے آنے ہی محفل کا مری پُر نور ہو جانا

ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے
غضب ہے روزِ روشن کا شبِ دیجور ہو جانا

ارے ناداں نہ سمجھے گا، یہ اسرارِ محبت ہیں
کبھی رنجور ہو جانا، کبھی مسرور ہو جانا

بجز اس کے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے
کسی کا مئے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا

تعلق سے غنی کے ہو گیا غیروں سے مستغنی
پسند آئے نہ کیوں ان کو مرا مغرور ہو جانا

یہ اکرامِ محبت ہے، یہ انعامِ محبت ہے
کہ اس کے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا

یہی جانِ محبت ہے، یہی روحِ اطاعت ہے
ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہو جانا

ہو دریائے کرم جب جوش پر میدانِ محشر میں
تو کیا مشکل ہے اک عاصی کا بھی مغفور ہو جانا

وہ مالک ہیں، جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے
نہیں دیکھا ہے کیا ذوالنار کا ذوالنور ہو جانا

جو ہیں اہلِ محبت بس وہی اس کو سمجھتے ہیں
کسی کا دیکھ لینا درد کا کافور ہو جانا

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

یہ وہ دولت ہے جس پر جنت الفردوس قرباں ہو
کسی کی یاد میں احمدؔ سراپا نور ہو جانا

۵۰

دردِ دل شکر ہے مستقل ہوگیا

دردِ دل شکر ہے مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

لذتِ زیست ہی خاک میں مل گئی
عشق جب سے مرا مضمحل ہوگیا

ان کی نظروں کی برکت ذرا دیکھئے
سوزِ دل ہی مرا سازِ دل ہوگیا

وہ تڑپ ہائے اب دل میں پاتا نہیں
ہے غضب، زخمِ دل مندمل ہوگیا

چھیڑ اہلِ محبّت کی معراج ہے
بے خبر، ہائے تو مشتعل ہوگیا

اب نہ افراط باقی نہ تفریط ہے
عشق کامل ہوا معتدل ہوگیا

پہلے احمدؔ مجھے دردِ الفت ملا
رفتہ رفتہ وہی دردِ دل ہوگیا

تیر پہ تیر دل پہ ہے کھانا

زہر ہے زہر، ان کو بھلانا — اور تریاق، یاد ان کی آنا
ان کو رو رو کے اب ہے منانا — بختِ خفتہ کو یوں ہے جگانا
رٹ ترے نام کی ہے لگانا — اپنے دل کو ہے اب دل بنانا
ان کا ہر حال میں یاد آنا — لطف جنت ہے دنیا میں پانا
تیر پہ تیر دل پہ ہے کھانا — اور اُف بھی زباں پہ نہ لانا
جان و دل ان پہ سب ہے لٹانا — کوئی آساں نہیں دل لگانا
گلشنِ دل پہ بجلی گرانا — ہے قیامت ترا مسکرانا
دل میں شمعِ محبّت جلانا — اور پروانہ خود کو بنانا
ان کا رہ رہ کے دل گدگدانا — اور مرا جھوم کر مسکرانا
اُف کسی کا تصور میں آنا — میرے احساس کا جگمگانا
اپنا سو سو طرح سے بنانا — اس محبت کا ہے کچھ ٹھکانا
ان کا خود دل میں احقر کے آنا — اس کو کہتے ہیں مقصود پانا
عشق کی داستاں ہے سنانا — ان کا عاشق جہاں کو بنانا

ہوش والوں کو مجنوں بنانا
ہائے احمد کا غزلیں سنانا

کبھی گناہ کبھی انفعال نے مارا

کمال نے ترے مارا جمال نے مارا
وفورِ شوق نے امر محال نے مارا

کبھی خوشی، کبھی رنج و ملال نے مارا
کبھی یقین، کبھی احتمال نے مارا

کسی کو شورش و مستی و حال نے مارا
مجھے ترے کرم بے مثال نے مارا

کبھی جمال برنگِ جلال نے مارا
کبھی جلال برنگ جمال نے مارا

خیال ماضی و احساس حال نے مارا
کبھی گناہ کبھی انفعال نے مارا

عروج نے کبھی مجھکو زوال نے مارا
فریب نفس نے پستیٔ حال نے مارا

وہ بد نصیب جسے قیل و قال نے مارا
خوشا نصیب جسے انتثال نے مارا

کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر مآل نے مارا

کوئی بھی منزل عرفان تک پہونچ نہ سکا
کسی کو نقص، کسی کو کمال نے مارا

بچا نہ کوئی ترے حسن فتنہ پرور سے
کسی کو ہجر، کسی کو وصال نے مارا

مزاج حسن سے واقف نہیں کوئی شاید
سکوت اور کسی کو سوال نے مارا

وہ خوش نصیب ہوں میں جس کو حضرت احمدؔ
نگاہ لطف و صدائے تعال نے مارا

سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

نہیں رہتے ہیں کیوں ہم، چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

مبارک تجھ کو اسرارِ کرم کا رازداں رہنا
مبارک ہو زمیں پر تیرا بن کر آسماں رہنا

کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں شادماں رہنا
حقیقت میں اسی کا نام ہے بس کامراں رہنا

خرد اس راز سے واقف نہیں ہے حضرتِ ناصح
محبت ہی سکھاتی ہے عیاں رہنا نہاں رہنا

یہ فیضانِ محبت ہے، یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

یہی شانِ محبت ہے، یہی آنِ محبت ہے
انھیں کا ہو کے رہنا چاہیے کچھ بھی ہو جہاں رہنا

یہی ضبطِ محبت ہے، یہی شرطِ محبت ہے
تڑپنا رات دن اور پھر بھی بے آہ و فغاں رہنا

یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

یہ عرفانِ محبت ہے، یہ برہانِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

ترے جامِ محبت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے
سرِ دار عاشقوں کا مست ہو کر نغمہ خواں رہنا

جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے دولت
بہ فیضِ عشق صحرا میں بھی بن کر گلستاں رہنا

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

یہ دردِ محبّت ہے اب کم نہ ہوگا

کسی کا اگر لطف پیہم نہ ہوگا
محبت کا طاری یہ عالم نہ ہوگا
مداوا کا خطرہ بھی دل میں نہ لائیں
یہ درد محبت ہے اب کم نہ ہوگا
جہاں غیر کا ہوش رہنا ہو باقی
وہ ہرگز محبت کا عالم نہ ہوگا
ہر اک سانس ہے طالب دید لیکن
نظر کب وہ آئیں گے جب دم نہ ہوگا

جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا

جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا
حامل درد و غم نہیں ہوتا
جس پہ ہوتی نہ ہو نثار خوشی
غم بھی ہو کر وہ غم نہیں ہوتا
کیا ادھر اب نگاہ لطف نہیں
درد کیوں بیش و کم نہیں ہوتا
کوئی بھی حال ہو، مگر اے دوست!
عشق کب محترم نہیں ہوتا
جس کے نغمے نہ دل کو مست کریں
وہ کبھی سازِ غم نہیں ہوتا
ان کی نظروں میں جو نہیں مقبول
اس پہ مشقِ ستم نہیں ہوتا
ان کے عاشق کا ان کے در کے سوا
سر کہیں اور خم نہیں ہوتا
جب تک ان کا کرم نہ ہو احمد
غم کا ساماں بہم نہیں ہوتا

فدا جان و دل سب بنامِ محبت

زباں پر جب آتا ہے نامِ محبت
تو ہوتا ہے رقصاں غلامِ محبت

جو ہے صدق دل سے غلامِ محبت
وہی ہوگا اک دن امامِ محبت

نہیں ہوتا برہم نظامِ محبت
یہ برکت تری انتظامِ محبت

پلایا ہے ساقی نے جامِ محبت
رہیں گے نہ اب تشنہ کامِ محبت

پیا صبح کو جس نے جامِ محبت
نہ پھر پوچھیے اس کی شامِ محبت

پیا ہی نہیں جس نے جامِ محبت
نظر اس کو کیوں آئے بامِ محبت

تو دیکھے گا اک دن مقامِ محبت
مبارک تجھے تیز گامِ محبت

فدا جان و دل سب بنامِ محبت
یہ ہے دوستو! احترامِ محبت

ہر اک کی زباں پر ہے نامِ محبت
خوشا برکت فیض عامِ محبت

یونہی پختہ ہوتے ہیں خامِ محبت
کرم ہے ترا انتقامِ محبت

چلے آرہے ہیں غلامِ محبت
ہوا جب سے ہے اذنِ عامِ محبت

مبارک تجھے خوش خرامِ محبت
سلامِ محبت پیامِ محبت

عجب دل کا عالم ہے اللہ اکبر
سنا جب سے میں نے پیامِ محبت

کسی کی نگاہ کرم کی بدولت
ہے احمدؔ بھی اب شاد کامِ محبت

احمد ترا دیوان ہے عرفانِ محبت

حاصل نہیں جب تک تجھے عرفانِ محبت
کامل نہیں ہرگز ترا ایمانِ محبت

جو ہو نہ سکا تابعِ فرمانِ محبت
ممکن نہیں، دیکھے وہ گلستانِ محبت

کیا کہنا ہے اللہ رے فیضانِ محبت
ہر آن نظر آتی ہے اک شانِ محبت

ہاتھوں میں ہے ہر وقت ہی دامانِ محبت
کچھ اور ہی عالم میں ہیں خاصانِ محبت

جو بھی ہوا سو جان سے قربانِ محبت
واللہ وہی ہو گیا سلطانِ محبت

ہر حال میں محبوب کی مرضی پہ ہو راضی
ہے جانِ محبت یہی، ایمانِ محبت

ہر وقت ترا ذکر ہے ہر وقت تری یاد
کچھ اور نہیں ہے یہی سامانِ محبت

رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی، بجھنا
الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت

ہر دم یہاں آتی ہیں بہاروں پہ بہاریں
صد رشکِ گلستاں ہے گلستانِ محبت

فرماتے ہیں یہ اہلِ محبت ہو مبارک
احمد ترا دیوان ہے عرفانِ محبت

فردوس بداماں ہیں غلامانِ محبت

ہوتا ہے بصد شوق جو قربانِ محبت
احمد اسے ملتا ہے یہاں خوانِ محبت

ہر حال میں رہتے ہیں غزل خوانِ محبت
فردوس بداماں ہیں غلامانِ محبت

واللہ ترے فیض سے بارانِ محبت
ہے آج بھی سرسبز گلستانِ محبت

بہ فیض ترا شمع شبستانِ محبت
پرنور ہوا عالم امکانِ محبت

حاصل ہے جسے دوستو فیضانِ محبت
وہ کیوں نہ رہے دل سے ثنا خوانِ محبت

ملتی ہے اسے لذت ایمانِ محبت
حاصل ہے جسے دولتِ عرفانِ محبت

بھولے ہیں نہ بھولیں گے کسی حال میں ہرگز
ہر وقت نگاہوں میں ہے پیمانِ محبت

ہر وقت یہاں ہیں ترے جلوں کی بہاریں
فردوس کہیں یا اسے زندانِ محبت

جہاں سے الگ ہے جہانِ محبت

ملا جس کو سوزِ نہانِ محبت
وہی ہو گیا رازدانِ محبت
انھیں سے ہے روشن جہانِ محبت
جو قسمت سے ہیں کُشتگانِ محبت
کرم کی نظر باغبانِ محبت
دکھا دے مجھے گلستانِ محبت
نظر میں ہے سود و زیانِ محبت
رہیں کیوں نہ ہم کامرانِ محبت
کوئی ان سے پوچھے نوشانِ محبت
جو ہیں کوہِ آتش فشانِ محبت
ہمہ وقت خنداں ہمہ وقت رقصاں
مکینِ محبت مکانِ محبت
کبھی فرش پر ہیں کبھی عرش پر ہیں
یہ شانِ محبت یہ آنِ محبت
ہے ہر وقت اک کیف و مستی کا عالم
جہاں سے الگ ہے جہانِ محبت
محبت محبت زباں پر ہے جاری
ہماری زباں ہے زبانِ محبت
محبت سمجھتے ہیں ہم جس کو احمد
حقیقت میں وہ ہے گمانِ محبت

سنی جب سے میں نے اذانِ محبت

جسے بھی سنایا بیانِ محبت — وہی ہو گیا شادمانِ محبت
نہ پائے گا ہرگز وہ خوانِ محبت — نہیں دیکھی جس نے دکانِ محبت
زمینِ محبت نہیں جس نے دیکھی — وہ دیکھے گا کیا آسمانِ محبت
محبت سے واقف نہ ہوگا وہ ہرگز — جو بدبخت ہے بدگمانِ محبت
محبت ہماری محبت نہیں ہے — وہ جب تک نہ لیں امتحانِ محبت
رہیں کیوں نہ مسرور و مخمور ہر دم — جو ہیں دوستو شادمانِ محبت
میں قربان ساقی پہ جس کے کرم نے — پلائی مئے ارغوانِ محبت
نہ پوچھو ہوا کیا مرے دل کا عالم — نظر آیا جب آستانِ محبت
اُدھر ہی ہوا میں بھی احمدؔ روانہ — چلا جس طرف کاروانِ محبت

رہا ہوش اپنا نہ غیروں کا احمدؔ
سنی جب سے میں نے اذانِ محبت

قال میں اب ہے حال کی لذت

کون جانے جمال کی لذت | کون سمجھے جلال کی لذت
ہجر میں ہے وصال کی لذت | نقص میں بھی کمال کی لذت
روح پر وجد ہو گیا طاری | اللہ اللہ سوال کی لذت
ہے محبت سے جو بھی بیگانہ | جانے کیا وہ ملال کی لذت
ہو گئی تیز عشق کی پرواز | قال میں اب ہے حال کی لذت
ہر بُنِ مو پہ کیف طاری ہے | واہ رے انتثال کی لذت
غم میں بھی بخشتی ہے کیف و سرور | ذہن کے انتقال کی لذت
دولتِ بندگی جسے نہ ملی | جانے کیا عرضِ حال کی لذت
کیا انوکھی ہے کیا نرالی ہے | عشق میں احتمال کی لذت
جس نے چکھی نہیں، وہ کیا جانے | ہے عجب انفعال کی لذت
رکھتی ہے ان کے در پہ سر بسجود | مقصد بے مثال کی لذت
روح اڑنے لگی مسرت سے | اُف صدائے تعال کی لذت
عاصیوں نے بھی خوب ہی لوٹی | رحمت ذوالجلال کی لذت
ان کے ذکر لطیف کے آگے | گرد ہے کیف و حال کی لذت

کاش ملتی مجھے مقدر سے
سوزِ عشقِ بلال رضؓ کی لذت

ان کا جو ہو گیا، وہ پاتا ہے
رحمتِ بے مثال کی لذت

عشق والے ہی اس کو پاتے ہیں
روز و شب ماہ و سال کی لذت

لذتِ بندگی کے سامنے ہے
ہیچ سب حال و قال کی لذت

بندۂ خاص حق کو ملتی ہے
دولتِ لازوال کی لذت

مست رکھتی ہے رات دن احمدؔ
مجھ کو ان کے خیال کی لذت

پا گیا ان کے نام کی لذت

جب ملی مجھ کو جام کی لذت
پا گیا ان کے نام کی لذت

لطف جنت کا پا رہا ہے کوئی
اللہ اللہ سلام کی لذت

مرحبا مرحبا، مبارک ہو
مجھ کو ان کے پیام کی لذت

مست و پر کیف رکھتی ہے دل کو
عشق کے اہتمام کی لذت

پاتے ہیں اہل عشق ہی احمدؔ
ان کے شیریں کلام کی لذت

کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور

بادۂ عشق سے ہے دل مخمور
پھر نظر آئے کیوں نہ جلوۂ طور

ہجر میں بھی وصال کا عالم
ہو کے مہجور بھی نہیں مہجور

عشق کا معجزہ اسے کہیئے
دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

مرحبا مرحبا نگاہِ کرم
میری غیبت بھی اب ہے عینِ حضور

آ گئے آ گئے تصور میں
دل کا عالم مرے ہوا پرنور

دور ہو کر بھی ہے کوئی نزدیک
اور نزدیک رہ کے کوئی دور

شان ان کی عجیب ہے، ان سے
کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور

عشق کے فیض سے بحمداللہ
ہجر میں پا رہے ہیں کیفِ حضور

یاد ہر حال میں وہ آتے ہیں
ہوتا رہتا ہے یوں کرم کا ظہور

ہو گیا جس پہ ان کا لطف و کرم
اس کو حاصل ہوا مقامِ حضور

جب سے وہ مجھ کو یاد آنے لگے
غیر کی یاد ہو گئی کافور

ذکر کا بھی اسے نہ ہوش رہا
جس کی نظروں میں بس گیا ندکور

احمدِ خستہ جاں مبارک ہو
تو بھی پینے لگا ہے جامِ طہور

دل مشکل سے بنتا ہے دل

ہوتا ہے جو عشق میں کامل
طے ہوتی ہے اس کی منزل

دوستو! کچھ آسان نہیں ہے
دل مشکل سے بنتا ہے دل

ہو جاتی ہے راہِ طلب میں
مشکل آساں، آساں مشکل

سوچ سمجھ کر تھامے دامن
سخت کٹھن ہے عشق کی منزل

ان کی مرضی میں تو فنا ہو
اتنا ہی ہے عشق کا حاصل

اہلِ نظر سے چھپ نہیں سکتا
کون ہے ناقص، کون ہے کامل

صدق سے آئیں راہِ طلب میں
تب جا کر کچھ ہو گا حاصل

طالبِ صادق کو ہو مبارک
ڈھونڈھتی ہے خود اس کو منزل

وہ تو ہے ہر حال میں شاداں
جس نے دیا ان کو اپنا دل

اہلِ محبت کا کیا کہنا
پائے ہوئے ہیں زیست کا حاصل

پوچھئے ان سے کیفِ مسرت
جو ہیں ان کی بزم میں شامل

اللہ اللہ لذتِ طوفاں
کیا سمجھیں گے طالبِ ساحل

ان کی شان کا کیا کہنا ہے
جن کا ہر اک گام ہے منزل

جس کا حال ہے رشکِ جنت
اس کا کیا ہو گا مستقبل

دیکھتا ہے اپنے کو احمدؔ
کامل ناقص، ناقص کامل

جیسی جس کی طلب ہو احمدؔ
دور بھی ہے نزدیک بھی منزل

عشق ہو تجھ پر رحمت نازل

توڑ علائق کے تو سلاسل
دوڑ کے ہو محبوب سے واصل
کب تک ان پر قرباں ہوگا
فانی ہیں دنیا کے مشاغل
مستی سے ہر وقت ہے رقصاں
جو ہے ان کی نظر کا بسمل
رنگ رنگ کے پھول کھلیں گے
خاک میں جب تو جائے گا مل
فیضِ محبت سے بنتی ہے
منزل منزل، محفل محفل
اہل محبت ہی ہیں سمجھتے
شانِ فرائض آنِ نوافل
ان کا ہر اک چاہنے والا
رازِ محبت کا ہے حامل
اور ہی کچھ ہو جائے گا عالم
دوستو! جب بدلیں گے عوامل
ہوش و خرد سب کھو بیٹھے گا
آئے گا جب ان کے مقابل
جام محبت کے پیتے ہی
ہو گئے آساں سارے مراحل
اللہ اللہ فیضِ جنوں سے
طے ہوتے ہیں سارے منازل
تو نے کہاں سے کہاں پہونچایا
عشق ہو تجھ پر رحمت نازل
ان کی نگاہِ لطف سے احمدؔ
ناقص ہو جاتا ہے کامل

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل — بن گئے طاعت سارے مشاغل
بس گئے جس کے قلب و نظر میں — مل گیا اس کو یاد کا حاصل
ان کے تصور کے عالم میں — دید کی لذت ہو گئی حاصل
ان کی توجہ کی برکت سے — غافل ہو گئے ذاکر و شاغل
رہتے ہیں فردوس بداماں — یاد سے ان کی جو نہیں غافل
اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے — ہم تو ہیں ان کی بات کے ناقل
نغمۂ عشق سنا کر احمدؔ — لے ہی لیا تو نے تو مرا دل

جب تک کہ نہ پامال ہو جذبات کا عالم

جب تک کہ نہ پامال ہو جذبات کا عالم — چھایا ہی ہوا رہتا ہے آفات کا عالم
طے ہی نہیں جس نے کیا خطرات کا عالم — نادیدہ ہے اس کے لئے برکات کا عالم
دیکھا نہیں جس نے کبھی، سمجھے گا بھلا کیا — اُف کوچۂ محبوب کے دن رات کا عالم
قربان وہ کر دیتا ہے جنت کی بہاریں — پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم
بس پوچھئے اُن سے جو محبت پہ فدا ہیں — حرکات کا سکنات کا لمحات کا عالم

جنت سے بھی بڑھ کر ہے محبت کی نظر میں　　محبوب کے کوچہ کے غبارات کا عالم

بس اہلِ محبت کو نظر آتا ہے احمد
خاکِ درِ محبوب کے ذرات کا عالم

آنکھوں میں رہا کرتا ہے برسات کا عالم

میں اور کہاں دوستو لمحات کا عالم　　مت پوچھئے محبوب کی سوغات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے مدارات کا عالم　　کیا پوچھنے ہو ان کی عنایات کا عالم
غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم　　مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
ہے کیف سے لبریز سوالات کا عالم　　جنت کی بھی جنت ہے جوابات کا عالم
محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے　　اللہ رے یہ اُن کی ملاقات کا عالم
دل جھومنے لگتا ہے مسرت سے ہمارا　　یاد آتا ہے جب اُن کے خطابات کا عالم
دیکھا نہیں جب سے تجھے اے نورِ مجسم　　آنکھوں میں رہا کرتا ہے برسات کا عالم
فیضانِ محبت ہے جو آتا ہے نظر آج　　اک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر، خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم

ہے ارض پہ بھی آج سماوات کا عالم

اللہ رے جب یہ ہے مجازات کا عالم — کیا ہوگا حقیقت کے کمالات کا عالم

واللہ نرالا ہے ترِی بات کا عالم — بالا ہے تخیل سے ترِی ذات کا عالم

ہے کتنا حسیں تیری عبارات کا عالم — ہے لطف سے معمور بیانات کا عالم

یہ ہے ترے قدموں کے نشانات کا عالم — کیا ہوگا ترِی دید کی لذات کا عالم

اول ہے محبت کی علامات کا عالم — آخر ہے محبت کے کمالات کا عالم

معراجِ محبت ہے اشارات کا عالم — انعامِ محبت ہے کنایات کا عالم

اے صلِّ علیٰ سرورِ عالم کے کرم سے — ہے ارض پہ بھی آج سماوات کا عالم

احمد جسے اللہ کی رحمت نے نوازا
ملتا ہے اسے عشق کے نفحات کا عالم

کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم

اب رفتہ رفتہ ہوش میں کچھ آ رہے ہیں ہم
محفل سے ان کی روتے ہوئے جا رہے ہیں ہم

جب آ رہے تھے دل کا تھا عالم ہی اور کچھ
عالم ہی دل کا اور ہے جب جا رہے ہیں ہم

کل تک بہارِ قرب کی لذت سے مست تھے
اور اب شبِ فراق کا غم کھا رہے ہیں ہم

فرقت میں تیری یاد سے اور ذکر و فکر سے
یوں شعلہ ہائے عشق کو بھڑکا رہے ہیں ہم

محفل میں آج سازِ محبت کو چھیڑ کر
جو اہلِ عشق ہیں انھیں تڑپا رہے ہیں ہم

ہر چیز کو نگاہِ محبت سے دیکھ کر
طوفان بحرِ عشق میں اب لا رہے ہیں ہم

یہ راز وہ ہے جس کو سمجھتے ہیں اہلِ عشق
کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم

احمد تجھے نہ جانا، نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آ رہے ہیں ہم

عشقِ ناداں کا نہ کھل جائے بھرم

اب کہیں پہونچے نہ تجھ سے اُن کو غم
رکھ رہا ہے ضبط کے باہر قدم

اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم
عشقِ ناداں کا نہ کھل جائے بھرم

دوست کی جانب سے جو پہونچے بلا
وہ بلا ہرگز نہیں، وہ ہے کرم

دل کو میرے زندگی حاصل ہوئی
صرف یہ ہے میرے مولیٰ کا کرم

بھول جاؤں ان کو، یہ ممکن نہیں
یاد آتے ہیں وہ مجھ کو دم بدم

جس پہ کھُل جائے گا رازِ بندگی
بھول جائے گا وہ بے شک کیف و کم

واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھا نہ دے تو کبر کا جب تک صنم

وہ نہ پہونچے گا کبھی اللہ تک
راہِ سنت پر نہیں جس کا قدم

تو ہی تو ہر جا نظر آئے ہمیں
جز ترے اب غیر کو دیکھیں نہ ہم

بھول تو احمدؔ نہ اب اللہ کو
جان ہر ہر سانس کو تو مغتنم

عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم

چل پڑے احمدؔ، مگر ہیں راہ سے بیگانہ ہم
کس طرح پہونچیں گے آخر تا درِ جانانہ ہم

نقل سے کیوں ہو رہے ہیں اس قدر بیگانہ ہم
عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم

بھول بیٹھے اللہ اللہ مشربِ رندانہ ہم
اپنے ہاتھوں توڑ بیٹھے ساغر و پیمانہ ہم

جا رہے ہیں شوق سے اب جانبِ بتخانہ ہم
مست ہو کر کہہ رہے ہیں ہو گئے فرزانہ ہم

کس طرح توحید و سنت کا مزا ہم کو ملے
جب نہیں شمعِ رسالت کے بنے پروانہ ہم

جامِ الفت کا مزہ جب ہم نے چکھا ہی نہیں
مکر سے پھر کیوں لگائیں نعرۂ مستانہ ہم

نعمتوں سے ان کی جب ہر آن ہم ہیں مستفیض
کس لئے کرتے نہیں پھر سجدۂ شکرانہ ہم

دل لرزتا ہے ہمارا کیا کہیں کس سے کہیں
اُن کی چشمِ مست سے کیونکر کریں یارانہ ہم

جامِ الفت کیوں ملے کیونکر ملے، کیسے ملے
آہ جاتے ہی نہیں جب جانبِ میخانہ ہم

خوشی ہے وصل کی ان کو مجھے فراق کا غم

خوشی ہے وصل کی اُن کو مجھے فراق کا غم
مقام اُن کا الگ، میرا دوسرا عالم

ملیں وہ یا نہ ملیں، اس کا ہم کریں کیوں غم
ہمیں خلوص سے کرنا ہے کوششِ پیہم

نہیں ہے دوستو! جس پر بھی ان کا لطف و کرم
ہے بے خبر وہ خوشی سے نہیں ہے واقفِ غم

غضب ہے آپ محبت پہ کر رہے ہیں ستم
نہ کس لئے ہو نظامِ حیات پھر برہم
ہزاروں قلب کو مجروح کرنے والے ہیں
لگانے والا نہیں زخم پر کوئی مرہم
اسی نے پایا ہے دنیا میں لطفِ جنت کا
کیا ہے جس نے بھی سر اُن کے در پہ شوق سے خم
غلامِ عشق و محبت نہیں ہے جو احمدؔ
خبر نہیں اسے کیا شئے ستم ہے کیا ہے کرم

اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

کیا کہوں اپنے دل کا میں عالم
حسن اور عشق کا اب ہے سنگم
ان کی چشمِ عنایت کا عالم
دیکھتے رہتے ہیں رات دن ہم
پایا دنیا میں جنت کا عالم
جب رہا یاد میں ان کی ہر دم
مل گیا میرا مقصودِ اعظم
عالمِ شوق اب ہے منظّم
تیرے صدقے میں نورِ مجسم
اور ہی اب ہے عالم کا عالم
دیکھ کر حسن کا تیرے عالم
ہو گیا عالمِ ہوش برہم
جس کو حاصل ہوئی لذتِ غم
کرتا رہتا ہے وہ رقصِ پیہم
لطف سے تیرے اے جانِ عالم
جانے کیا پا گئے، مست ہیں ہم
کر دیا ان کی مرضی پہ سر خم
ہو گئے دو جہاں میں معظم

وہ ہمارے ہیں، اور ان کے ہیں ہم
مرحبا مرحبا ربطِ باہم

یاد کا ان کی چھایا جب عالم
فرش آیا نظر عرشِ اعظم

جب تک اُن سے نہ نسبت ہو محکم
کوئی شادی ہے شادی، نہ غم غم

ہے تڑپنے میں جنت کا عالم
چاہیئے زخمِ دل کا نہ مرہم

ان کے در کو نہ چھوڑیں گے اب ہم
کرلیا ہے یہ عزمِ مصمّم

ان کے اسرار کا اب ہے محرم
جھومتا ہے مسرت سے مُنعَم

سامنے ہیں وہ موجود ہر دم
کون دیکھے گا، کس میں ہے یہ دم

جب تک ان کا کرم ہو نہ شامل
کام آتی نہیں سعیٔ پیہم

اُن کے جلوؤں کی رنگیں بہاریں
دیکھتے دیکھتے کھو گئے ہم

کھُل گئی جب سے چشمِ بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

آگیا ہاتھ میں ان کا دامن
نعمتِ دوجہاں پا گئے ہم

مجھ کو حاصل ہوا اللہ اللہ
لطفِ جنت بخوفِ جہنم

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمدؔ
خاک ہیں خاک، اور کچھ نہیں ہم

ہم ان کی نگاہ کرم دیکھتے ہیں

جو دل پر ہم اُن کا کرم دیکھتے ہیں
تو ہم دل کو رشکِ ارم دیکھتے ہیں

کرم دیکھتے ہیں ستم دیکھتے ہیں
محبت کے ساماں بہم دیکھتے ہیں

خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں
ہم ان کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں

کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں
کبھی دل کو سازِ حرم دیکھتے ہیں

فیوض درِ محترم دیکھتے ہیں
کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں

نگاہِ شفیع الامم دیکھتے ہیں
تو جنت کو زیرِ قدم دیکھتے ہیں

محبت کا فیضِ اتم دیکھتے ہیں
کہ جلوہ ترا دمبدم دیکھتے ہیں

جہاں ان کے نقشِ قدم دیکھتے ہیں
وہیں ہم بہارِ ارم دیکھتے ہیں

کبھی کیفِ اُمّ السّلم دیکھتے ہیں
کبھی برکتِ ملتزم دیکھتے ہیں

مبارک بفیض محبت مبارک
کہ ہم "لا" میں لطفِ نعم دیکھتے ہیں

جو اہل محبت ہیں اللہ اکبر
کرم کیا، وہ جانِ کرم دیکھتے ہیں

ہے کیا بات، نام اُن کا آتے ہی لب پر
ہم احمد تری آنکھ نم دیکھتے ہیں

رشکِ فردوس بن گیا زنداں

مل گیا مل گیا غمِ جاناں
پا گیا پا گیا سُرورِ جناں

رفتہ رفتہ ہوا یہ رازِ عیاں
درد خود ہی ہے درد کا درماں

ہے نگاہِ کرم کا فیض نہاں
اڑ گیا غیر دل سے بن کے دھواں

کون سمجھے گا ہے یہ رازِ نہاں
رو رہا ہوں، نہیں ہیں اشک رواں

اب سوا ان کے سب کو بھول گیا
ہو مبارک یہ نعمتِ نسیاں

مل گیا مجھ کو گوہرِ مقصود
آگیا ہاتھ میں ترا داماں

عشق کے فیض سے بحمداللہ
رشکِ فردوس بن گیا زنداں

لب پہ نام اُن کا، دل میں اُن کی یاد
ہے یہی میری زلیست کا ساماں

راہ برسوں کی طے ہوئی پل میں
عشق کا ہے بہت بڑا احساں

جب ہوئی ان کی یاد کی توفیق
ہوا آباد تب دلِ ویراں

اک نظر اُن پہ پڑتے ہی احمدؔ
آگیا بحرِ عشق میں طوفاں

راستہ عشق کا نہیں آساں

اُن کی مرضی پہ دل سے ہوں قرباں
جانئے اس کو حاصلِ عرفاں

جو بھی ہے اُن کا تابعِ فرماں
ہے حقیقت میں بس وہی انساں

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

اُن کی محفل کو چھوڑ کر ناداں
لطف ہرگز نہیں، یہاں نہ وہاں

اُن کے در کے سوا بتائیں تو
دلِ مضطر کو لے کے جائیں کہاں

اُن پہ سب کچھ نثار کرنا ہے
راستہ عشق کا نہیں آساں

تیر پہ تیر کھاتے ہیں عُشّاق
نہیں کرتے ہیں پھر بھی آہ و فغاں

دیکھ لیں اُن کو ہم اس عالم میں
اس کا ہرگز نہیں کوئی امکاں

شان ان کی عجیب ہے واللہ
وہ نہاں ہو کے بھی نہیں ہیں نہاں

اُن کے اسرارِ اہل دل کے سوا
کر نہیں سکتا کوئی اور بیاں

اُن کی محفل میں آتے ہی دل سے
ہوئی کافور ظلمتِ عصیاں

ان کی نظروں کی یہ کرامت ہے
کوئی خندہ ہے اور کوئی گریاں

جامِ الفت نہیں پیا جس نے
دل نہیں اس کا دل، زباں نہ زباں

ان کی عظمت کے سامنے احمدؔ
انبیا، اولیا ہیں سب لرزاں

ہو مبارک ندامتِ عصیاں

آگیا اس مقام پر میں جہاں
عقل لرزاں ہے عشق ہے حیراں
اس کا عالم نہ پوچھ اے ناداں
رکھنا پہلو میں جو ہے قلب تپاں
کرلیا پیار بڑھ کے رحمت نے
ہو مبارک ندامتِ عصیاں
اِس کو اہلِ جنوں سمجھتے ہیں
میری معراج ہے مرا حرماں
اک نظر جس نے اُن کو دیکھ لیا
ہو گیا اُن پہ بس وہی قرباں
اس کو اہلِ خرد نہ سمجھیں گے
میرے دل میں جو راز ہے پنہاں
یاد سے اُن کی ہائے غافل ہیں
اس سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی زیاں

ہے وہی ہوشیار اے احمد
رہتا ہے اپنے دل کا جو نگراں

ذرّہ بھی بن گیا مہ تاباں

ہوئے ہوش و حواس سب پرّاں
جب نظر آیا حسن کا ایواں
جو بھی ہے دل سے ان کا شیدائی
اس پہ قرباں نہ کیوں ہو سارا جہاں
قصۂ عشق گر سناؤں میں
کیوں نہ آنکھوں سے پھر ہو اشک رواں
جب نگاہ کرم سے دیکھ لیا
ذرہ بھی بن گیا مہِ تاباں
آنکھ والوں کو سارے عالم میں
نظر آتا ہے بے نشاں کا نشاں
بے بصر کو خبر نہیں ورنہ
جلوہ ہی جلوہ ہے یہ سارا جہاں
اک نظر اُن کو دیکھ لوں احمد
بس یہی دل میں ہے مرے ارماں

میرے حق میں خزاں نہیں ہے خزاں

تیرے لطف و کرم پہ میں قرباں
مجھ کو پہونچا دیا کہاں سے کہاں

روز و شب میں رہوں نہ کیوں شاداں
خانۂ دل میں جب وہ ہیں مہماں

جو عیاں تھا وہ ہو رہا ہے نہاں
جو نہاں تھا وہ ہو رہا ہے عیاں

دل پہ عاشق کے چلتے ہیں آرے
وہ مناتا ہے جھوم کر خوشیاں

اہل دل کا عجیب عالم ہو
داستاں عشق کی کروں جو بیاں

میں خزاں میں بھی دیکھتا ہوں بہار
میرے حق میں خزاں نہیں ہے خزاں

اب کہیں اور دل نہیں لگتا
جب سے دیکھ آئے ہیں تری گلیاں

جب سے ان کی نگاہِ لطف پڑی
خانۂ دل کا ہے عجیب سماں

تو حقیقت جسے سمجھتا ہے
وہ حقیقت نہیں، ہے تیرا گماں

جو ہیں صادق تری محبت میں
لب پہ ان کے نہیں چنین وچناں

اپنی قسمت سے پاتا ہے کوئی
چشم گریاں و سینۂ بریاں

اُن کی ادنیٰ سی ایک توجہ سے
ہوا دریائے عشق دل میں رواں

سارے عالم میں اُس کے عاشق کو
نظر آتا ہے بس اُسی کا نشاں

حسن کے فیض سے کوئی احمدؔ
محفلِ عشق کا ہے روحِ رواں

ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دل برباد میں

صابری منزل کا عالم اور فیض آباد میں
کیف کس نے بھر دیا میرے دلِ ناشاد میں

اللہ اللہ روح پر اک وجد طاری ہو گیا
وہ مزا مجھ کو ملا، ظالم تری بیداد میں

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن یہ ہے تیرا کرم
لطف جنت کا ملا مجھ کو ترے ارشاد میں

دیکھنے والے ذرا دیکھیں کرامت عشق کی
مستیٔ دل کا یہ عالم خانماں برباد میں

میری صورت دیکھ کر مت کھائیے ہرگز فریب
ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دلِ برباد میں

مرحبا صد مرحبا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
بھول بیٹھا لذتیں سب لذت فریاد میں

اب سوا اُن کے کسی کا ہوش باقی ہی نہیں
رفتہ رفتہ کھو گیا احمد کسی کی یاد میں

دل رو رہا ہے میرا، مگر آنکھ تر نہیں

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں
دل رو رہا ہے میرا، مگر آنکھ تر نہیں

غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

جب میں ہوں ان کے ذکر کی دولت سے مالا مال
کیوں غم ہو اپنے پاس جو لعل و گہر نہیں

تسکین خود وہ آ کے مجھے دے رہے ہیں آج
صد شکر ہے کہ آہ مری بے اثر نہیں

ہم ہیں مریضِ عشق، نہ ہوگی ہمیں شفا
تدبیر کوئی بس میں ترے چارہ گر نہیں

سننا ہے آپ کو تو سنیں شوق سے جناب
یہ داستانِ عشق، مگر مختصر نہیں

اتنا تو ہوش ہے کہ مرے سامنے ہیں وہ
اس کے سوا مجھے کسی شئے کی خبر نہیں

الفت میں ان کی اپنے کو جس نے بھلا دیا
دونوں جہاں میں پھر اسے خوف و خطر نہیں

احمدؔ کسی کے عشق میں دیوانہ ہو گیا
وہ بے خبر بھی ہو کے مگر بے خبر نہیں

جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

ہیں صادق آپ گر اے دوست اقرارِ محبت میں
طلب خود کر لئے جائیں گے دربارِ محبت میں

مبارک ان کو جو ہیں غرق افکارِ محبت میں
پہونچ جائیں گے اک دن اڑ کے گلزارِ محبت میں

کوئی نازاں نہ ہو گر جان بھی ان پر فدا کر دے
نہیں کچھ جان کی قیمت ہے بازارِ محبت میں

اسے نسیان کامل غیر سے واللہ ہوتا ہے
عجب کچھ شان دیکھی میں نے بیمارِ محبت میں

لٹا دیتا ہے جنت کی بہاریں شوق سے عاشق
مزا کچھ اس طرح پاتا ہے گلزارِ محبت میں

محبت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشارِ محبت میں

محبت کے جو دیوانے ہیں ان کا حال تو یہ ہے
مزا آتا ہے ان کو صرف اذکارِ محبت میں

جسے بھی اک نظر دیکھیں وہی ہو جائے دیوانہ
رسائی جن کی ہے اے دوست دربارِ محبت میں

محبت ہی محبت رات دن ان کا وظیفہ ہے
یہ جذبہ میں نے دیکھا ہے طلب گارِ محبت میں

جہاں دیکھیں جدھر دیکھیں نظر محبوب آتا ہے
تعالی اللہ یہ برکت ہے انوارِ محبت میں

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک
جلے گا تو نہ جب تک شوق سے نارِ محبت میں

پکڑ لے ہاتھ جو ان کا وہی محبوب تک پہونچے
خوشا یہ شانِ محبوبی فدا کارِ محبت میں

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمد
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبت میں

یہی کہتے ہیں سب، ہارے ہیں ہم ہارے محبت میں

جو ہیں اہلِ محبت، دوستو پھر ان کا کیا کہنا
محبت کے لئے پھرتے ہیں انگارے محبت میں
عجب کچھ صورتیں ہو جاتی ہیں پیغام باہم کی
معین کر دیئے جاتے ہیں ہرکارے محبت میں
جو اہلِ ذوق ہیں سنتے ہیں گوشِ دل سے آوازیں
بجا کرتے ہیں پراسرار نقّارے محبت میں
کوئی کچھ بھی کرے وہ دیکھ سکتا ہی نہیں ہرگز
نظر آتے ہیں عاشق کو جو نظّارے محبت میں
محبت کھیل لڑکوں کا نہیں ہے کچھ سمجھتے ہیں؟
دلِ عاشق پہ چلتے ہیں سدا آرے محبت میں
محبت میں کوئی بھی ان سے جیتے، ہے یہ ناممکن
یہی کہتے ہیں سب، ہارے ہیں ہم ہارے محبت میں
یہ ناممکن ہے، آئے پاس اور پھر تر نہ ہو جائے
محبت کے اڑا کرتے ہیں فوّارے محبت میں

ورنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

وہ نہ جس محفل میں ہوں، محفل ہی وہ محفل نہیں
وہ نہ ہوں جلوہ فگن جس دل میں وہ دل دل نہیں

قیس بیچارہ رموز عشق سے تھا بے خبر
ورنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

وہ رہیں راضی، یہی مطلوب ہے مقصود ہے
بوالہوس! اس کے سوا کچھ عشق کا حاصل نہیں

اس کو کیا معلوم کیا شئے ہے بہار زندگی
ہائے وہ ناداں، تیرے رندوں میں جو شامل نہیں

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو، لیکن ترا بسمل نہیں

یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ دل کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز، کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

کچھ ہونا مرا، ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

آئے گا سمجھ میں نہ کسی اہل خرد کی
یہ عشق کا ہے راز، کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ نعمتِ عظمیٰ، مجھے ملتی نہ کبھی بھی
ہے عشق کا اعجاز، کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

تیرے کرمِ خاص پہ سو جان سے قرباں
میں اس سے ہوں ممتاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

فیضانِ محبت ہے مبارک ہو مبارک
اب دل نہیں ناساز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

احمدؔ ترا ہر نغمہ ہے پیغامِ محبت
دل کش ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں
جب کہ دوری میں احساسِ دوری نہیں

وہ مقامِ محبت سے ہے بے خبر
جس کو معلوم ہی قرب و دوری نہیں

تو حضوری سمجھتا ہے جس چیز کو
وہ تو دوری ہے، ہرگز حضوری نہیں

ہو گیا محو کچھ اس طرح دید میں
اب حضوری میں ہوشِ حضوری نہیں

اللہ اللہ، یہ عشق کی برکتیں
اب تو دوری حضوری ہے، دوری نہیں

میری دوری پسند ان کو ہے دوستو!
اب تو دوری سے بڑھ کر حضوری نہیں

وہی ہے حقیقت میں سلطانِ دوراں

تصور ہے تیرا تسلی کا ساماں — تعلق ہے تیرا، مرے دل کا ارماں
ہے بے شک محبت تیری جانِ ایماں — عبادت اطاعت تیری روحِ عرفاں
اس عاصی پہ اب ہے یہ لطف فراواں — ترے ہجر میں بھی ہے جنت بداماں
بنایا جسے تم نے جانِ بہاراں — مقدر پہ اپنے نہ کیوں ہو وہ نازاں
ترا نام ہی دردِ دل کا ہے درماں — تری یاد میں لطف جنت ہے پنہاں
مبارک! مبارک، جو ہیں اہل عرفاں — وہ سو جاں سے ہیں ان کی مرضی پہ قرباں
غلامی پہ ان کی ہے، جو کوئی نازاں — وہی ہے حقیقت میں سلطانِ دوراں
کسی کی نگاہِ کرم کی بدولت — بنا رفتہ رفتہ کوئی جانِ جاناں
بصیرت کی نظروں سے جس نے بھی دیکھا — بیاباں نظر آیا اس کو گلستاں
اگر آپ دیکھیں نگاہِ کرم سے — نہ ہو جائے کیوں نفسِ کافر مسلماں؟
ترے چاہنے والے جنت کی جانب — چلے جا رہے ہیں خراماں خراماں
ملی ہے جسے بھی محبت کی دولت — وہ رہتا ہے ہر حال میں مست و شاداں
یہ اعجاز ہے ان کے لطف و کرم کا — کبھی ہم ہیں خنداں کبھی ہم ہیں گریاں
جہاں بھی قدم ان کے پڑ جائیں احمد — بنے کیوں نہ وہ خاک لعلِ بدخشاں

ان کی نگاہ لطف ہو اور بار بار ہو

غافل تو ایک دن نہ کہیں شرمسار ہو
گل تو سمجھ رہا ہے جسے، وہ نہ خار ہو

کیا پوچھنا ہے اُس کا بڑا خوش نصیب ہے
محبوب کے فراق میں جو بے قرار ہو

مشغول ہو کے غیر میں کیوں کر رہا ہے دیر
دربارِ حسن میں نہ ترا انتظار ہو

ناداں سمجھ سے کام لے کھاتا ہے کیوں فریب
سمجھا جسے خزاں، نہ کہیں وہ بہار ہو

عرفاں کا جام اس کو ہی ملتا ہے دوستو!
ساقی کی ہر ادا پہ جو دل سے نثار ہو

جی چاہتا ہے اپنا کہ اس خاکسار پر
ان کی نگاہ لطف ہو اور بار بار ہو

میخوار بس وہی ہے، وہی رند باصفا
آنکھوں میں جامِ عشق کا جس کی خمار ہو

جنت کا لطف کیوں نہ تڑپنے میں پھر ملے
ان کی نظر کا تیر اگر دل کے پار ہو

ممکن نہیں ہے ان کا کبھی شکر ہو ادا
احسان جن کا ہم پہ ہو اور بے شمار ہو

دل میں ہو ان کی یاد تو لب پر ہو ان کا نام
اب مشغلہ مرا یہی لیل و نہار ہو

تا عمر ان کے نقشِ قدم پر میں اب چلوں
جی چاہتا ہے بس یہی میرا شعار ہو

دنیا اسے جو چاہے کہے، اس کو فکر کیا
اپنی نظر میں دوستو جو خود ہی خوار ہو

جس کو ملی ہے عشق کی دولت زہے نصیب
صحرا بھی اس کے حق میں نہ کیوں لالہ زار ہو؟

مرضی پہ ان کی شوق سے سب کچھ نثار کر
میدانِ عشق میں نہ کہیں تیری ہار ہو

دونوں جہاں میں پاتا ہے بیشک وہی فلاح
روتا جو اپنے جرم پہ زار و قطار ہو

مستی سے کیوں نہ رقص کرے یہ بتایئے؟
جس پر بھی ان کی تیغِ محبت کا وار ہو

بڑھ کر تو کر دے دیدہ و دل اپنا فرشِ راہ
احمد! وہ آرہے ہیں ذرا ہوشیار ہو

وفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

یہ ہوشیار ہیں، یا ہیں یہ تیرے دیوانے
نثار ہوتے ہیں جن پر ہزار میخانے

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

گذر رہی ہے جو دل پر وہ کوئی کیا جانے
بنا دیا مجھے بے کیف یادِ فردا نے

نہیں جو شمعِ محبت کے ہائے! پروانے
خدا کی شان وہ آئے ہیں مجھ کو سمجھانے

سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
چلے عبث ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے

کہیں بھی ہم ہوں، مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہونچتے ہیں اڑ کے پیمانے

نہ جس کے دل پہ لگی چوٹ ہو محبت کی
وہ بدنصیب، بھلا کیفِ درد کیا جانے

کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی
وفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

کریں گے خاک وہ رندی، سمجھ چکا ہوں میں
جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے

قبول کر لیں تو سمجھیں کہ ہم بھی مخلص ہیں
کئے ہیں پیش، دل و جاں کے ہم نے نذرانے

نثار جانِ حزیں کر دے شوق سے احمد
کھڑا ہے کون ذرا دیکھ تیرے سرہانے

کمالِ عشق تو مَر مَر کے جینا ہے، نہ مرجانا

جو اسرارِ محبت جانتے ہیں تیرے دیوانے
قیامت تک سمجھ سکتے نہیں وہ راز فرزانے
وہی دستور میخانے کا ہے، یا اور کچھ ساقی
اسی طرزِ کہن سے اب بھی کیا ملتے ہیں پیمانے
کمالِ عشق تو مَر مَر کے جینا ہے، نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے
جو گھائل ان کی نظروں کا نہیں ہیں کیا کہوں اس کو
وہ بیچارہ بھلا دردِ محبت کیا ہے، کیا جانے
نگاہوں میں نہیں جچتی ہے اب کونین کی دولت
متاعِ بے بہا بخشا وہ مجھ کو جام و مینا نے
خدا جانے، خبر ہے باغباں کو یا نہیں احمد
گلستانِ محبت کے لگے ہیں پھول مرجھانے

خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

جو دل کو شمع محبت سے جگمگا نہ سکے
وہ ہائے پردہ کو جلوہ کبھی بنا نہ سکے

جو ان کی مرضی پہ دونوں جہاں لٹا نہ سکے
وہ دل کو آئینۂ حق نما بنا نہ سکے

نظر کو اپنی جو ان کی نظر بنا نہ سکے
لطیف جلوے نگاہوں میں اس کی آ نہ سکے

ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

سرور و کیف کا عالم نہ پوچھئے اس سے
جو آستانِ محبت سے سر اٹھا نہ سکے

بھٹک کے منزلِ جاناں سے دور جا پہونچے
جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

کوئی سمجھنا بھی چاہے تو کس طرح سمجھے
وہ دل کا راز جو وہم و گماں میں آ نہ سکے

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے، غم میں مسکرا نہ سکے

وہی مقامِ محبت ہے حضرت احمدؔ
جہاں کوئی بھی سوا ان کے یاد آ نہ سکے

مانا، نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے

اجڑے ہوئے دل کو مرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

توبہ! ارے غیروں پہ وہ بیداد کریں گے
اپنا جسے سمجھیں گے، اسے یاد کریں گے

مانا، نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے
ناشادِ محبت کو مگر شاد کریں گے

ہم یاد کریں گے، وہ ہمیں یاد کریں گے
یونہی دلِ برباد کو آباد کریں گے

ہم آہ و فغاں اور نہ فریاد کریں گے
ان کے کرمِ خاص کو بس یاد کریں گے

آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں
شکوہ نہ کبھی ہم ترا صیاد کریں گے

وہ چاہنے والوں کے لئے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمد کبھی تجھ کو
وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے

عجب شئے ہے صدائے لن ترانی

سمجھتا ہے جسے نا مہربانی — ارے ناداں! وہ ہے لطفِ نہانی
جو ان کی یاد میں ہے مست و سرشار — اسی کو ڈھونڈھتی ہے کامرانی
محبت نے کرم جس پر کیا ہے — اسے حاصل ہے ہر دم شادمانی
وہ کیا جانے بہارِ کیف و مستی — نہیں ہے جس پہ ان کی مہربانی
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں — اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی
کوئی اہلِ محبت سے تو پوچھے — عجب شئے ہے صدائے لن ترانی
نہیں تیرِ محبت کا جو گھائل — اسے معلوم کیا سوزِ نہانی
بصیرت کی نظر جب سے ملی ہے — خود اپنے سے ہے مجھ کو بدگمانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے — مجھے خود کر دیا روح المعانی
کہاں میں اور کہاں یہ کیفِ ایماں — مرے اللہ تیری مہربانی

جو ان کا ہو گیا احمدؔ اسی کو
ملا کرتا ہے عیشِ جاودانی

مقتدیٰ وہ نہیں جو نہیں مقتدی

آرہے تھے وہ تصور میں میرے ابھی
کھل گئی، کھل گئی میرے دل کی کلی

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکر جلی
اُن سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

مبتدی کوئی ہو، یا کہ ہو منتہیٰ
کہتے ہیں دوستو! "ما عرفنا" سبھی

درد ہو، کرب ہو، غم ہو، یا ہو خوشی
دیکھا ہر حال میں ان کا لطفِ خفی

دور ہو جائے گا جب حجابِ خودی
تو نہ ہوگا، رہیں گے وہی بس وہی

اِس حقیقت سے واقف ہیں اہلِ نظر
مقتدیٰ وہ نہیں، جو نہیں مقتدی

ملتی ساقی کے دستِ کرم سے جو مئے
دور ہوتی نہ کیوں تیری تشنہ لبی

جان جس نے محبت میں قربان کی
درحقیقت اسے مل گئی زندگی

پوچھئے مت، یہ اسرار ہیں عشق کے
روتے روتے مجھے آگئی کیوں ہنسی

فرش سے عرش تک عرش سے فرش تک
سیرِ اہلِ محبت، یہی ہے یہی

ان کو ڈھونڈھا بہت، وہ نہ لیکن ملے
وہ ملے کب ہمیں ہٹ گئی جب خودی

اللہ اللہ، میں رقص کرنے لگا
کتنی پرکیف ہے اُف مری بیکلی

جو محبت کا بیمار ہے دوستو!
کون کر سکتا ہے اس کی چارہ گری

حال اس کا نہ پوچھو مرے دوستو
عشق کی آگ ہے جس کے دل میں لگی

جان اپنی نہ کیوں بیچ دیں شوق سے
اللہ اللہ جب ہیں وہ خود مشتری

ہو مبارک تجھے احمدؔ ناتواں
تیرے دل کی ہوئی، سوکھی کھیتی ہری

میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

کسی نے جب کرم سے اک نگاہ خاص فرمائی
مرے اجڑے ہوئے دل میں بہارِ جانفزا آئی

نہ پائیں گے کبھی اہلِ جنوں کی شانِ یکتائی
کریں اہلِ خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

سوا ان کے نہ اب دل میں ہے کوئی اور نہ آنکھوں میں
بحمداللہ محبت نے عجب تاثیر دکھلائی

میں اس پر جان و دل سب کچھ کروں قرباں نہ کیوں آخر
کرم سے جس کے دردِ لادوا کی بھی دوا پائی

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

ہوا جو بھی اسیرِ دامِ الفت دوستو اس کو
کوئی کہتا ہے دیوانہ کوئی کہتا ہے سودائی

جو ہے ہر حال میں راضی فدا ہے ان کی مرضی پر
بڑا خوش بخت ہے بخشی گئی ہے اس کو دانائی

نہ ہو کیوں ناز آخر اس کو اپنی خوش نصیبی پر
جو ان پر دل سے قرباں ہے جو ان کا دل سے شیدائی

جو مردے تھے انھیں بخشی حیاتِ جاوداں تو نے
کوئی آکر ذرا دیکھے تری شانِ مسیحائی

نہ کیوں وہ مست ہو کر روز و شب رقصاں رہے آخر
محبت کی بجا کرتی ہے جس کے دل میں شہنائی

جو ہیں اہلِ خرد، اس کو بھلا کیا خاک سمجھیں گے؟
لئے ہے کیفِ جنت عشق میں عاشق کی رسوائی

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت
مقدر سے ترے پہلو میں جب ہم نے جگہ پائی

سنا جس نے وہی سو جان سے حق پر ہوا قرباں
کوئی دیکھے تو آکر عاشقوں کی شانِ گویائی

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہلِ محفل کا
حدیثِ عشق کی احمد نے جب بھی شرح فرمائی

عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا

ہو گئے ساقی سے طالب جام کے
آدمی اب ہو گئے ہم کام کے
دَور چلتے ہیں مئے گلفام کے
ہیں یہی اشغال صبح و شام کے
جو ہیں بندے نفس نافرجام کے
بے خبر ہیں فیض سے اسلام کے
پاتے ہیں دنیا میں جنت کے مزے
مرتبے ہیں یہ ترے خدام کے
جلوۂ جاناں اگر ہو دیکھنا
دھوئیں دھبے جامۂ احرام کے

عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

خوشا نصیب! کسی کا ملا مجھے غم ہے

خوشی ہے ان کی خوشی، ان کا غم مرا غم ہے
بہ فیضِ عشق، مرے دل کا اب عالم ہے
ہمارے حال پہ اب ان کا لطفِ پیہم ہے
کسے خبر ہے مرے دل کا اب جو عالم ہے
کسی کی یاد میں اب آنکھ میری پرنم ہے
کسی کا نام مرے زخمِ دل کا مرہم ہے
خوشی کو آگ لگا دی خوشی میں نے
خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے
نظر کے سامنے موجود ہیں مگر اے دوست
کسے ہے تابِ نظر دیکھے کس میں یہ دم ہے
ضرور لیکے ہم اٹھیں گے گوہر مقصود
کہ آستانِ کرم پر ہمارا سر خم ہے
خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسمِ اعظم ہے

لا مجھکو دکھا، ان کی طرح کوئی اگر ہے

پنہاں تری فرقت میں قیامت کا اثر ہے
قربت میں منور مری ہر شام و سحر ہے

صد شکر مجھ عاصی پہ تری خاص نظر ہے
اب شام مری شام، سحر میری سحر ہے

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

کچھ اور نہیں صرف یہ فیضانِ نظر ہے
جو ذرۂ ناچیز تھا وہ رشکِ قمر ہے

تسلیم، کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے

ساقی نے جسے جام محبت سے نوازا
دل اس کا ہے دل، اور نظر اس کی نظر ہے

ہم خوف سے لرزاں ہیں، اور امید سے رقصاں
قرباں! یہ سب ان کی محبت کا اثر ہے

فیضانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت
اب میں ہوں، تری یاد ہے، اور دیدۂ تر ہے

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں، یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا، ان کی طرح کوئی اگر ہے

احمد کو ملے کیوں نہ غمِ عشق کی دولت
قسمت سے وہ محبوب کا منظورِ نظر ہے

جو کہلاتے تھے دیوانے، وہ نکلے ہائے فرزانے

بدل جائیں نہ کیوں آخر محبت کے اب افسانے
جو دیوانے تھے احمدؔ ہوش میں وہ بھی لگے آنے

کرم سے ان کے جو شمعِ محبت کے تھے پروانے
پتہ ملتا نہیں ان کا کہاں ہیں اب خدا جانے

سنانے ہم لگے جس وقت جانبازوں کے افسانے
سرِ محفل لگے آخر سخن سازوں کو غش آنے

نہیں معلوم کیا انجام ہو اس کا خدا جانے
غضب ہے آج محفل میں نہ شمعیں ہیں نہ پروانے

سنائیں ہم کسے آخر محبت کے اب افسانے
الٰہی خیر ہو اپنے ہوئے جاتے ہیں بیگانے

جو محروم محبت ہیں غضب ہے کیا قیامت ہے
تری محفل سے اٹھ کر جا رہے ہیں دل کو بہلانے

محبت کی کسوٹی پر حقیقت ہو گئی عریاں
جو کہلاتے تھے دیوانے وہ نکلے ہائے فرزانے

نظر رکھتے ہوئے بھی جو ہیں محروم نظر احمدؔ
وہ چاہے اور کچھ بھی ہوں نہیں ہیں تیرے دیوانے

ذرہ ماہِ تمام ہوتا ہے

جب کوئی ہم کلام ہوتا ہے
دل کا برہم نظام ہوتا ہے

عشق میں جو بھی خام ہوتا ہے
بس وہ محرومِ جام ہوتا ہے

کس قدر اہتمام ہوتا ہے
تب کہیں جام جام ہوتا ہے

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

عشق کا جو غلام ہوتا ہے
وہ جہاں کا امام ہوتا ہے

عشق کا انتقام کیا کہنا
لطف کا انتقام ہوتا ہے

اللہ اللہ عشق والوں کا
ہر نفس اک پیام ہوتا ہے

کوئے محبوب کا ہر اک ذرّہ
قابلِ احترام ہوتا ہے

عشق کی اک نگاہ سے احمد
ذرّہ ماہِ تمام ہوتا ہے

محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے

بحمد اللہ یہ تو عشق پر احسان ہوتا ہے
ترا نزدیک رہنا باعث عرفان ہوتا ہے
محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے
یہاں تو فائدہ ہی فائدہ ہر آن ہوتا ہے
جو ان کا صدق دل سے تابع فرمان ہوتا ہے
مبارک ہو وہی بس کاملِ ایمان ہوتا ہے
اگر قسمت سے کوئی صاحبِ عرفان ہوتا ہے
نظر سے اس کی اوجھل عالمِ امکان ہوتا ہے
جو ان کی یاد سے مسرور ہے مخمور ہے ہر دم
گدا ہوتے ہوئے وہ دوستو! سلطان ہوتا ہے

جب سے نظروں میں میری کوئی بسا ہے احمدؔ

رازِ الفت سے خبردار نظر آتا ہے
جو ہے دیوانہ وہ ہشیار نظر آتا ہے

ان کی مرضی کے جو بندے ہیں مبارک ہو انھیں
خار ان کو گل و گلزار نظر آتا ہے

لئے پھرتا ہے وہ جنت کی بہاریں دل میں
مئے عرفاں سے جو سرشار نظر آتا ہے

اور کچھ بھی نہیں یہ ہے تری نظروں کی خطا
ہے وہ مجبور، جو مختار نظر آتا ہے

رحمتِ خاص سے جس کو بھی بنایا اپنا
بس وہ ہر غیر سے بیزار نظر آتا ہے

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جنت کی بہار
ترے عاشق میں وہ پندار نظر آتا ہے

تری محفل کی عجب شان ہے اللہ اللہ!
ہر کوئی محرمِ اسرار نظر آتا ہے

جس نے میخانۂ عرفاں میں پیا رنگیں جام
بس وہی مست، سرِ دار نظر آتا ہے

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
دیکھیے جس کو وہ دیوار نظر آتا ہے

جب سے نظروں میں مری کوئی بسا ہے احمدؔ
ہر طرف حسن کا بازار نظر آتا ہے

کیسی قربت کیسی دوری!

بخشا کسی کو قرب و حضوری
اور کسی کو لذتِ دوری

حاصل ہے اب جانِ حضوری
اللہ رے شانِ مہجوری

خود ہی نہیں احساس حضوری
ورنہ کبھی ان سے نہیں دوری

جس کو ابھی ہے شکوۂ دوری
اس کی محبت ہی ہے ادھوری

قرب کی لذت لوٹنے والو
جانِ محبت ہے غمِ دوری

اہلِ محبت کے مذہب میں
غیبت بھی ہے عین حضوری

دوستو! ہے معراج محبت
عشق میں عاشق کی مجبوری

اہل خرد سے کون بتائے
کتنا حسیں ہے غم مہجوری

ہوتی نہ یوں تکمیل محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

ان کی مرضی پیشِ نظر ہے
کیسی قربت! کیسی دوری!

ان کی طلب ہے مقصد اعظم
اور ہر اک شئے غیر ضروری

فرقت و قربت حضرتِ ناصح
عشق میں دونوں ہی ہیں ضروری

اللہ اللہ اللہ اللہ
خاکی بھی ہے اب تو نوری

ہر جلوہ پردہ ہے احمد
قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

دل اس کا کبھی طور، کبھی جانِ حرم ہے

جو چیز ترے ذوق میں اُف جور و ستم ہے / احساس میں عاشق کے وہی لطف و کرم ہے

ہے تیری خطا، ہائے سمجھتا جو ستم ہے / کیا شئی ہے ستم، کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے

ہو تجھ کو مبارک کوئی مائل بہ کرم ہے / اعزازِ محبت ہے جو یہ مشقِ ستم ہے

سر جس کا نہیں در پہ ترے شوق سے خم ہے / محروم ہے کیا جانے وہ کیا چیز کرم ہے

حاصل جسے محبوب کا فیضان کرم ہے / دل اس کا کبھی طور کبھی جانِ حرم ہے

ہر زخم میں پوشیدہ ہیں جنت کی بہاریں / عشاق سے پوچھو یہ کرم ہے کہ ستم ہے

جس کی نگہ شوق اسے ڈھونڈ رہی ہے / احساس میں اس کے نہ کرم ہے نہ ستم ہے

ساقی کے کرم سے جو ہے مخمورِ محبت / ہر ایک ستم اس کے لئے جانِ کرم ہے

رہتا ہے بہر حال وہ فردوس بداماں / جس کو بھی مقدر سے ملی لذتِ غم ہے

اللہ رے یہ ان کے تصور کی بہاریں / وہ سامنے موجود ہیں دل رشکِ ارم ہے

ہر چند کہ احمد ہوں میں آلودۂ عصیاں
پھر بھی دل ناداں مرا مغرورِ کرم ہے

چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے

غیر سے مطلب ہی کیا مقصود سے بس کام ہے
جو ہے عاشق اس کو کیا پروائے ننگ و نام ہے

مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے
اس کو کلفت میں بھی حاصل راحت و آرام ہے

چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے
ہے وہی فائز جو ان کا بندۂ بے دام ہے

مرحبا صلِ علیٰ، کیا ہی مبارک کام ہے
ہاتھ میں جامِ محبت، لب پہ ان کا نام ہے

وہ ہے محرومِ ازل جو اب بھی تشنہ کام ہے
جس کا جی چاہے پیئے، ساقی کا اذنِ عام ہے

اس کو دنیا اور ما فیہا سے کچھ مطلب نہیں
کوچۂ محبوب میں مدت سے جو گمنام ہے

حق کی مرضی میں کرے جو اپنی مرضی کو فنا
دونوں عالم میں اسے آرام ہی آرام ہے

جور میں بھی لطف کی لذت جسے ملتی نہ ہو
عشق میں پختہ نہیں ہرگز ابھی وہ خام ہے

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لئے
اور کیا شئی ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

ان پہ قرباں، فضل سے اپنے عطا فرما دیا
نعمت ایمان تو اللہ کا انعام ہے

کام لے ہمت سے، چل اب کوئے جاناں کی طرف
تو نہ گھبرا، فاصلہ کچھ بھی نہیں، دو گام ہے

کٹ کے غیروں سے فقط اللہ کے ہو جایئے
دوستو! بس احمد عاصی کا یہ پیغام ہے

مشتے نمونہ از خروارے

آپ ہی ہیں مقصود ہمارے — دل کے اجالے آنکھ کے تارے
آپ پہ میری جان ہے قرباں — آپ ہیں مجھ کو جان سے پیارے
کس کو خبر ہے کون بتائے — آنکھوں نے دیکھے جو نظارے
ان کا سہارا ہی ہے سہارا — اور غلط ہیں سارے سہارے
خوب سمجھ لیں اہلِ محبت — جیتے نہیں غیروں کے سہارے
پوچھئے ان سے زیست کی لذت — جو ہیں ان کی نظر کے مارے
جن کو انھوں نے اپنا بنایا — ان کے سروں پر چلتے ہیں آرے
قصۂ عشق سنایا لیکن — مشتے نمونہ از خروارے

اللہ اللہ ہر دم جاری — دل میں محبت کے فوارے
میں تو کہیں کا رہتا نہ لیکن — یاد وہ مجھ کو آگئے بارے
اب تو اٹھا آغوش کرم میں — تھک گئے ہم ہمت ہیں ہارے
ہوش و خرد پر بجلی گری ہے — کس نے کئے نظروں سے اشارے
دعوئ عشق آسان نہیں ہے — ہاتھ میں لینا ہے انگارے
ہم ایسوں پر بھی یہ رحمت — شانِ کرم ان کی اللہ رے

اب تو یہی بس میری دعا ہے　　مولیٰ میرے دل کو سنوارے
ہم کو سنانے عشق کی باتیں
آ گئے خود احمد بیچارے

محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے

ترا آنا مرے احساس میں جانِ مسرت ہے　　مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے
تری قربت میں پوشیدہ بہارِ کیفِ جنت ہے　　تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے
محبت درحقیقت دوستو! فیضِ رسالت ہے　　محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے
محبت جس کو حاصل اس کو حاصل استقامت ہے　　کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں اس کو راحت ہے
کرم سے اپنے بخشی تو نے توفیقِ انابت ہے　　یہ وہ دولت ہے جو واللہ رشکِ صد کرامت ہے
مرا مقصود ان کی یاد ہے، ان کی اطاعت ہے　　نہ بدنامی کا خطرہ اب نہ پروائے ملامت ہے
بہت ممکن ہے دریائے کرم اب جوش میں آئے　　مری آنکھوں سے جاری ہر گھڑی اشکِ ندامت ہے
"شب تاریک بیمِ موج گردابے چنیں ہائل"　　مبارک ہو اسے جو سالک راہ طریقت ہے

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزا جو نظر سے اپنی تو دور ہے
کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے
ترا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جانِ حضور ہے
تری یاد دل کی مرے دوا، ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے ترا ذکر حاصل طور ہے
ہیں برا ہزار سہی مگر، ہے کرم پہ تیرے مری نظر
تو کریم ہے تو رحیم ہے مجھے ناز اس پہ ضرور ہے
یہ کرم ہے خاص ترا کرم نہ فدا ہوں کس لئے تجھ پہ ہم
تو نظر میں جب سے سما گیا، نظر آ تا نور ہی نور ہے

یہ شرف ہے میرا بڑا اہم ترے در پہ میرا جو سر ہے خم
رہوں دوستو! نہ میں کیوں چپ غم جو کرم کا ہونا ظہور ہے
ترے عشق ہی میں فنا رہوں تری یاد ہی میں لگا رہوں
تو کرم سے اپنے مجھے بچا! کہ یہ دور دورِ شرور ہے
جو ہے اہلِ عشق کی ابتدا، جو ہے اہلِ عشق کی انتہا
میں بتاؤں احمدؔ بے نوا، مرا اعتراف قصور ہے

نرالا ہے جہاں میں جس کا آئین جہانبانی

قرآن پاک اور مسلمان

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطفِ روحانی
بھلا دی آہ دل سے ہم نے تعلیماتِ قرآنی

وہ قرآں آخری پیغام ہے جو ربِ عزت کا
مبارک ہو مبارک، قدر اس کی جس نے پہچانی

وہ قرآں بزمِ روحانی ہوئی آباد پھر جس سے
وہ جس نے دور کر دی آکے دنیا کی پریشانی

وہ قرآں جو سراپا نور ہے رحمت ہے برکت ہے
پلاتا ہے جو اپنے عاشقوں کو جامِ عرفانی

وہ قرآں جو غذا بھی ہے دوا بھی ہے شفا بھی ہے
وہ قرآں جس سے طے ہوتے ہیں سب درجاتِ روحانی

وہ قرآں جس کی برکت کا بیاں ہو ہی نہیں سکتا
بناتا ہے جو اپنے ماننے والوں کو ربانی

وہ قرآں جس نے مردوں کو حیاتِ جاوداں بخشی
جہاں میں عام جس نے کر دیا ہے آبِ حیوانی
وہ قرآں جس نے کفر و شرک کی جڑ کاٹ کر رکھدی
مئے توحید کی جس سے ہوئی دنیا میں ارزانی
وہ جس سے کفر کی ظلمت ہوئی کافور دنیا سے
ہوئی روشن جہاں میں جس سے ہر سو شمع ایمانی
وہ جس کے حکمراں ہوتے ہی دنیا بن گئی جنت
نرالا ہے جہاں میں جس کا آئینِ جہانبانی
وہ جو ابرِ کرم بن کر جہاں میں چار سو برسا
وہ جس سے ہر طرف جاری ہوئے دریائے احسانی
وہ جس کا ایک نقطہ بھی نہ بدلے گا قیامت تک
وہ جس کی خود خدائے پاک کرتا ہے نگہبانی
اُخوت کا سبق جس نے پڑھایا ساری دنیا کو
غلاموں کو عطا جس نے کیا ہے تاجِ سلطانی
وہ قرآں آج بھی موجود ہے، لیکن مسلمانو!
نہیں باقی رہا کیوں آہ! تم سے ربطِ پنہانی

خزانہ گھر میں ہے موجود پھر بھی آہ! مفلس ہیں
بھٹکتے پھر رہے ہیں چار سو اے وائے نادانی

پڑھو قرآں سمجھ کر اور عمل دل سے کرو اس پر
فنا ہو حق کی مرضی میں، بنو محبوب سبحانی

عمل جو شوق سے کرتا ہے قرانِ معظم پر
وہی ہوتا ہے بیشک موردِ الطافِ رحمانی

ہوئی ہے صبح صادق سے گریزاں رات کی ظلمت
جہاں خورشید کی کرنوں سے ہو جائے گا نورانی

مرا پیغام ہے سارے زمانے کے لئے احمدؔ
مرا پیغام کیا ہے، بلکہ ہے پیغام ربانی

پلاتے ہیں مئے توحید اب روح الامیں مجھکو

سنادے تو سنادے وہ بیانِ دل نشیں مجھ کو
انھیں کے فضل سے آجائے پھر ان کا یقیں مجھ کو

وہ ہیں موجود ہیں، مشہود ہیں پھر بھی قیامت ہے
نہیں معلوم کیوں آتا نہیں آخر یقیں مجھ کو

سفر اتنا بڑا درپیش ہے پھر بھی ارے توبہ!
یہ بے فکری، سمجھتے ہیں نہیں جانا کہیں مجھ کو

جھکے در پر نہ غیروں کے کبھی تیرے سوا ہرگز
عطا کر دے مرے اللہ تو ایسی جبیں مجھ کو

نظر میری نظر ہو جائے اب تو تیری رحمت سے
سوا تیرے نظر آئے نہ کوئی بھی حسیں مجھ کو

نظر آئے دو عالم میں تو ہی مجھ کو نظر آئے
برابر ہو زمین و آسماں عرش بریں مجھ کو

زباں پر میرے الا اللہ الا اللہ جاری ہے
بس اتنا جانتا ہوں، اور کچھ آتا نہیں مجھ کو

بہت اڑتا ہوں تو علم الیقیں تک میں پہونچتا ہوں
نہیں حاصل ابھی عین الیقیں حق الیقیں مجھ کو

جلا کر خاک کر دے غیر کی الفت مرے دل سے
پلا دے میرے ساقی وہ شرابِ آتشیں مجھ کو

ملیں وہ نعمتیں مجھ کو، تری ادنیٰ توجہ سے
تکلف بر طرف کہتا ہو خود صد آفریں مجھ کو

سرورِ غیر فانی، دارِ فانی میں ہوا حاصل
مقدر سے ملی ہے جب سے دُردِ تہ نشیں مجھ کو

میں خود ہی مست ہو کر رقص کرتا جھومتا ہر دم
ملا ہوتا مقدر سے اگر سازِ یقیں مجھ کو

مجھے کچھ اس طرح اپنا بنا لے اے مرے مولا
فرشتے وجد میں آ کر کہیں جنت نشیں مجھ کو

بحمد اللہ میں مسرور ہوں، مخمور ہوں ہر دم
بظاہر دیکھتے ہیں آپ یوں اندوہگیں مجھ کو

میں اس قابل نہ تھا لیکن کرم ہے میرے مولا کا
پلاتے ہیں مئے توحید اب روح الامیں مجھ کو

جو پردے ریب کے ہیں میرے دل سے دور ہو جائیں
عطا کر دے مرے اللہ وہ نورِ یقیں مجھ کو

بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

اگر پابند ہم سب لوگ ہو جائیں شریعت کے — مزے لوٹا کریں دن رات دنیا ہی میں جنت کے
میں خود کہتا نہیں، قرآن کہتا ہے مسلمانو! — تمہیں وارث ہو دنیا کے تمہیں وارث ہو جنت کے
کتاب اللہ اور سنت پہ عامل اب تو ہو جاؤ — یہی ہیں بس یہی ہیں دوستو! سامان قربت کے
الٰہی جلد وہ دن تو دکھا ہم غم نصیبوں کو — نشاں باقی نہ رہ جائیں کہیں کفر و ضلالت کے
وہی اللہ والے ہیں محمدؐ کے ہیں شیدائی — فدائی ہیں دل و جاں سے جو آئین محبت کے
مزا کیا آئے گا ان کو بھلا لذاتِ فانی میں — مزے جو لوٹتے رہتے ہیں قرآں کی تلاوت کے
لگا کر دل سنو حالات حضراتِ صحابہ کے — سخاوت کے، شجاعت کے، محبت کے، اطاعت کے
صداقت کے، دیانت کے، امانت کے، عبادت کے — چلو نقشِ قدم پر دوستو اخیارِ امت کے

"رضی اللہ عنہم اور رضوعنہ" سے ہے ثابت
بلاشبہ یہ سب سلطاں ہیں اقلیمِ محبت کے

صحابہ کے مدارج سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمدؐ کی اطاعت کے

درِ فردوس ان کو دیکھ کر کیوں کر نہ کھل جائے
مبارک ہو فدائی ہیں یہ دربارِ رسالت کے

شریعت کے مخالف جو طریقت ہے وہ باطل ہے
طریقت اور حقیقت دونوں خادم ہیں شریعت کے

یہ گلزارِ محبت ہے خزاں اس میں نہ آئے گی
نمونہ لاکھ دکھلائے کوئی اپنی شقاوت کے

بحمد اللہ نہاں اشعار میں ہیں مقصدِ اعلیٰ
مسلمانو ہو پروانے پھر شمعِ رسالت کے

تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمد
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی

پیا جس نے نہ میخانے میں جا کر جامِ عرفانی
وہ بن سکتا نہیں ہے دوستو! محبوب سبحانی
نہ روشن ہوگی جب تک تیرے دل میں شمع ایمانی
نہ آئیں گے نظر ہرگز تجھے اسرار پنہانی
نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے ہے کیا شئے فضل یزدانی
نہ جب تک صدق دل سے ترک کردیں حظ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہوگا لطفِ روحانی
نہ چھوڑوگے اگر اعمال بد افعال شیطانی
نہیں ہوگا کبھی ہرگز تمہارا قلب نورانی
نہیں جس نے کیا پامال اپنے نفس سرکش کو
نہیں آزاد، وہ آزاد ہو کر بھی ہے زندانی

نہ جب تک تزکیہ ہو نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے
رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکار شیطانی

تواضع، انکساری، خاکساری سے جو ہیں خالی
تکبّر سے سمجھتے ہیں نہیں میرا کوئی ثانی

کہاں سے تو کہاں پہونچا ارے توبہ معاذ اللہ!
لباس زہد و تقویٰ سے غضب ہے تیری عریانی

خدا جانے اڑا کر یہ کہاں لے جائیں گی ہم کو
الٰہی رحم فرما دے، ہوائیں ہیں یہ طوفانی

ملی جس کو نہ صحبت شیخ کامل کی سمجھ لیجے
وہ ہو سکتا نہیں ہے واقف اسرار ربانی

خدا سے گر تعلق ہو گیا پیدا تو سب کچھ ہے
نہیں تو کچھ نہ کام آئے گی یہ تیری گل افشانی

جو ہے قربان دل سے سرور عالم کی سنت پر
مبارک، اس کی ہو گی دوستو! جنت میں مہمانی

مبارک ہو مبارک، ان کا جو بھی ہو گیا احمد
اُسے معلوم ہے کیا چیز ہے الطاف ربانی

یہی کہتے ہیں بسطامی، غزالی اور جیلانی

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

الٰہی دور فرما دے ہماری فتنہ سامانی
عطا ہو بندۂ عاصی کو بھی اب کیف روحانی

نہیں ہے شوق سے جو مرضیٔ محبوب میں فانی
وہ ربانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربانی

وہی خوش بخت ہے جس کو ملی ہے دین کی دولت
وہ مستغنی ہے لے کر کیا کرے گا تاج سلطانی

یہ بے فکری یہ من مانی ہماری دور ہو جائے
اگر پیشِ نظر ہو روز محشر کی پریشانی

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامی غزالی اور جیلانی

یہی ہے آرزو دل کی یہی دل کی تمنا ہے
الٰہی دور ہو اب گلشن ایماں کی ویرانی

سنو تم گوشِ دل سے حضرت احمد یہ کہتے ہیں
محبت میں فنا ہو تب غذا ملتی ہے روحانی

"بس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی"

کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی
نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی رازداں ساقی
گئی فصل بہاراں، آگیا دورِ خزاں ساقی
تلاشِ گل میں اب تو ہی بتا جائیں کہاں ساقی
ہماری غفلتوں نے آہ پہونچایا کہاں ساقی
زیاں بھی اب نظر آتا نہیں ہم کو زیاں ساقی
زمانہ ہو رہا ہے آج ہم سے بدگماں ساقی
نظر آتے ہیں برگشتہ زمین و آسماں ساقی
دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوزِ نہاں ساقی
مئے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی
میں ڈرتا ہوں، نہ مٹ جائے سلف کی داستاں ساقی
نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگِ جہاں ساقی
سہیں کب تک بتا تو ہی یہ جورِ باغباں ساقی
دلِ وحشی کا کب تک ہوگا آخر امتحاں ساقی

بدلتا ہی نہیں صد حیف کیوں رنگ جہاں ساقی
یہ آخر ہو گئی کیوں بے اثر آہ و فغاں ساقی
پلادے ہاں پلادے وہ شرابِ ارغواں ساقی
کہ ہر میخوار ہی آئے نظر آتش بجاں ساقی
مٹا سکتا نہیں کوئی مرا نام و نشاں ساقی
کرم سے آپ جب خود ہی ہیں میرے پاسباں ساقی
مقامِ عشق ہے سمجھے گا اس کو رازداں ساقی
میں وہ میخوار ہوں جس کا ہے اب سارا جہاں ساقی
سناتا میں بھلا کیا عشق کی یہ داستاں ساقی
پسِ پردہ کوئی رہتا ہے ہر دم نغمہ خواں ساقی
بنایا ہے کسی نے جب سے اپنا رازداں ساقی
رہا باقی نہ پھر کوئی حجاب درمیاں ساقی
کسی کی یاد میں جینا، کسی کی یاد میں مرنا
اسی میں ہے نہاں آرامِ دل آرامِ جاں ساقی

کوئی اس لطف کو احمدؔ سے پوچھے کوئی کیا جانے
کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

نہ کیوں قربان کر دیں رند تجھ پر اپنی جاں ساقی

محبت کی نظر مل جاتی ہے جس کو یہاں ساقی
اسی کے واسطے ہیں یہ زمین و آسماں ساقی
ملا جس کو بھی خوش بختی سے ہے قلبِ تپاں ساقی
رہے کیوں کر نہ پھر ہر حال میں وہ شادماں ساقی
کرامت آپ کی دیکھی عیاں ساقی نہاں ساقی
اِدھر ساقی، اُدھر ساقی یہاں ساقی وہاں ساقی
محبت سے ہیں خالی آہ! اب پیر و جواں ساقی
وگرنہ یوں نہ ہوتا آج یہ رنگِ جہاں ساقی
نہیں ہے دل کسی کا عشق سے آتش فشاں ساقی
تو پھر اپنا بنائیں کیوں مکین لامکاں ساقی؟
رہا جو یاد میں ان کی سدا رطب اللساں ساقی
تو کیوں آخر نہ پائے وہ حیاتِ جاوداں ساقی؟

نہ کیوں قربان کردیں رند تجھ پر اپنی جاں ساقی؟
بنایا تو نے جب قطرہ کو بحرِ بیکراں ساقی

ملا کب جام جب قربان کردی اپنی جاں ساقی
یہ سودا پھر بھی ارزاں ہے، نہیں ہرگز گراں ساقی

جو اہلِ دل ہیں ان پر یہ حقیقت ہے عیاں ساقی
مرے اشعار میں پنہاں ہیں اسرارِ نہاں ساقی

مجھے اپنا بنائیں گے، مجھے جلوہ دکھائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گی مری بے تابیاں ساقی

"خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید"
زباں رکھتے ہوئے بھی رہتے ہیں ہم بے زباں ساقی

کبھی تو وہ نگاہ لطف فرمائیں گے احمد پر
نہ جائے گی مری فریاد ہرگز رائیگاں ساقی

تخیل مرا شاعرانہ نہیں ہے

مدد غیر سے جس میں مانگی گئی ہو
وہ مسلم کا ہرگز ترانہ نہیں ہے

ہے اللہ موجود، تو پھر ہے غم کیسا
موافق جو تیرے زمانہ نہیں ہے

کہاں آپ ہیں؟ ہوش میں آئیں حضرت
یہ رنگ آپ کا عاشقانہ نہیں ہے

لرزتے ہیں، باطل سے، اللہ اکبر
طریقہ یہ کیا بزدلانہ نہیں ہے

مصائب سے، بیدار کرنا ہے تجھ کو
سمجھ تو یہ کیا تازیانہ نہیں ہے

سبب کیا ہے ناداں ذرا سوچ اس کو
ترا اب کہیں کیوں ٹھکانہ نہیں ہے

کہاں بھاگ کر آپ جائیں گے حضرت
یہ تدبیر تو عاقلانہ نہیں ہے

نظر غیر کے در کو کیوں ڈھونڈھتی ہے
عمل کیا ترا مشرکانہ نہیں ہے

تو ناشاد ہے تو تعجب ہی کیا ہے
تری زندگی زاہدانہ نہیں ہے

مصائب، شدائد کا شکوہ عبث ہے
روش کیا تیری باغیانہ نہیں ہے

کہاں ان کا در چھوڑ کر جاؤ گے تم
کوئی دوسرا آستانہ نہیں ہے

تو راز محبت سے واقف نہ ہوگا
تعلق اگر والہانہ نہیں ہے

محبت کے قیدی مبارک ہو تجھ کو
قفس میں یہاں آب و دانہ نہیں ہے

حقیقت ہے اشعار میں میرے پنہاں
تخیل مرا شاعرانہ نہیں ہے

اس پر ہے مجھے ناز کہ میں خاک نشیں ہوں

کہتے ہیں لئیق آپ کہ میں عرش بریں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں خاک نشیں ہوں

ہرگز نہ کہوں گا کہ میں فردوس بریں ہوں
اک بندۂ ناچیز ہوں اور گرد زمیں ہوں

کیا بات ہے کیوں دین کا پابند نہیں ہوں
کیا واقعی اللہ پہ رکھتا میں یقیں ہوں؟

اسلاف سے نسبت نہیں کچھ بھی مجھے واللہ
وہ اور کہیں رہتے تھے، میں اور کہیں ہوں

کیا دین کے اسرار میں سمجھوں گا غلط ہے
رکھتا جو نہیں علم یقیں حق یقیں ہوں

کیا جانوں میں کیا چیز ہے ایمان کی لذت
جب خنجر تسلیم سے گھائل میں نہیں ہوں

کیوں اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کے وعدے سے ہوں محروم
افسوس کہ ایمان میں کامل میں نہیں ہوں

اغیار سے کیوں روشنی کرتے ہیں طلب ہم
قرآن یہ کہتا ہے کہ میں نور مبیں ہوں

مولیٰ تری رحمت سے میں جنت کا ہوں طالب
سچ تو یہ ہے دوزخ کے بھی قابل میں نہیں ہوں

یہ دل کی ہے آواز جو آتی ہے زباں پر
توبہ کریں کیا کہتے ہیں، شاعر میں نہیں ہوں

احمد تو کہاں ہے یہ ذرا مجھ کو بتا دے
مدت سے پتہ تیرا جو پاتا میں نہیں ہوں

بندہ ہوں میں اللہ کا، محتاج ہوں احمد
کس منہ سے کروں ناز کہ میں بارِ زمیں ہوں

یہ بھی مرنے میں ہے کوئی مرنا

زندگی کی بہار ہے مرنا — اپنی مرضی کو ہے فنا کرنا
اتباع ہوا سے دور رہیں — اتباع رسولؐ پر مرنا
یہی ایمان ہے یہی عرفاں — جان و دل ان پہ سب فدا کرنا
زندگی کیا ہے کیا خبر ہم کو — ہم نے سیکھا نہیں مگر مرنا
جو بھی پیش آئے ان کی جانب سے — شکر بندے کو چاہیئے کرنا
ان کی مرضی پہ بس رہو راضی — نہ کبھی بھول کر گلا کرنا
یوں تو مرتے ہیں مر ہی جائیں گے — یہ بھی مرنے میں ہے کوئی مرنا
اصل مرنا ہے راہ میں ان کی — اس کو کہتے ہیں دوستو امرنا
ایسے مرنے پہ زندگی قرباں — یہ تو جینا ہے یہ نہیں مرنا
اس سے بڑھ کر نہیں کوئی دولت — اللہ اللہ ہر گھڑی کرنا
زندگی نام ہے اطاعت کا — اور غفلت کا نام ہے مرنا
لطف جینے کا ہے محبت میں — اور مرنا بھی لطف کا مرنا
زندگی ہم جسے سمجھتے ہیں — زندگی یہ نہیں ہے ہے مرنا
مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل — ایسے مرنے کی تم دعا کرنا

ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

اہل ایماں کے لئے لے کے پیام آیا ہوں
ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

یہ پیام اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے پیام
سب سے پیارا جو ہے کرنے میں وہ کام آیا ہوں

یوں تو میں بندۂ مسکین ہوں عاجز ہوں مگر
بن کے میں سرورِ عالم کا غلام آیا ہوں

سو چکے آپ بہت اب تو ہوں بیدار جناب
آپ سے آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں

دینے آیا ہوں میں توحید کی دعوت سب کو
اور مٹانے کے لئے شرک کا نام آیا ہوں

مال و دولت کی تمنا نہ صلہ کی پروا
لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں

بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں
میں سنانے کے لئے حق کا پیام آیا ہوں

مقتدی آپ ہوئے غیر کے انا للہ
یہ نہ سوچا کبھی بن کر میں امام آیا ہوں

دوستو شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی دیتا ہوا احمدؔ میں پیام آیا ہوں

مجھے کچھ بھی نہیں آتا تمہیں آخر سناؤں کیا

جو مخمور محبت ہی نہیں تو گنگناؤں کیا
سرور عشق ہی حاصل نہیں تو مسکراؤں کیا
جو جام عشق سے محروم ہوں مستی میں آؤں کیا
نہیں جب چوٹ ہی کھائی تو زخم دل دکھاؤں کیا
رموز عشق سے ہوں بے خبر باتیں بناؤں کیا
مجھے کچھ بھی نہیں آتا تمہیں آخر سناؤں کیا
جنوں کے فیض سے واقف نہیں مجنوں بناؤں کیا
کسی کو پھر ہنساؤں کیا کسی کو پھر رلاؤں کیا

ہوس سے کام چل سکتا نہیں راہ محبت میں
طلب ہی جب نہیں احمد تو پھر مقصود پاؤں کیا

کھول دی میں نے بھی احمدؔ اب دکانِ زندگی

کیا سناؤں آپ کو میں داستانِ زندگی
سارے عالم سے نرالا ہے جہانِ زندگی

کہہ رہے ہیں دوستو! یہ رازدانِ زندگی
زندگی کیا زندگی ہے امتحانِ زندگی

ملتی ہے اہلِ محبت کو زبانِ زندگی
اور کوئی کر نہیں سکتا بیانِ زندگی

ہو گیا حاصل جسے سوزِ نہانِ زندگی
زندگی اس کی حقیقت میں ہے جانِ زندگی

ہو گئے پیدا جہاں میں طالبانِ زندگی
تم نے جب دنیا میں دی آکر اذانِ زندگی

تیری برکت سے نظر آیا جہانِ زندگی
تجھ پہ ہیں قرباں میر کاروانِ زندگی

پوچھئے بس ان سے جو ہیں بس عارفانِ زندگی
کیا ہے شانِ زندگی کیا چیز آنِ زندگی

مل گیا جس کو یہاں سوزِ نہانِ زندگی
بن گیا فردوس میں اُس کا مکانِ زندگی

کیوں نہ دل غمگین ہو رنجور ہو مغموم ہو
ڈھونڈھنے سے جب نہیں ملتا نشانِ زندگی

اے تعالیٰ اللہ دیکھیں آج بھی موجود ہیں
تیری برکت سے جہاں میں طالبانِ زندگی

ان کی مرضی پر ہیں قرباں ان کی مرضی پر نثار
زندگی کہتے ہیں اس کو یہ ہے شانِ زندگی

آتش عشقِ الٰہی سے بھڑک اٹھیں قلوب
آج گر ہو جائیں پیدا شاعرانِ زندگی

سننے والوں کو ہو مژدہ شوق سے آکر سنیں
آج ہم احمدؔ سنائیں گے بیانِ زندگی

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے
کھول دی میں نے بھی احمدؔ اب دکانِ زندگی

گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجے

محبت سے خالی بشر دیکھ لیجے
زمانہ سراپا ہے شر دیکھ لیجے

نہ دوزخ سے خائف نہ جنت کے شائق
عیاں ہے ضرو ہی ضرر دیکھ لیجے

محبت سے خالی اطاعت سے عاری
یہ ہے حال، بالمختصر دیکھ لیجے

محبت، مروت، اطاعت، ہے غائب
پدر دیکھ لیجے پسر دیکھ لیجے

قیامت کے آنے میں اب دیر کیا ہے
ستمگر ہے اب چارہ گر دیکھ لیجے

نظر ہی نہیں آتی راہِ ہدایت
زمانہ ہے اب بے نظر دیکھ لیجے

نہ پر کیف دن ہے نہ پر کیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجے

نہیں جن کے پرواز کی انتہا تھی
وہی اب ہیں بے بال و پر دیکھ لیجے

دعوتِ قربِ لازوال ہے آج

ہجر رخصت ہوا وصال ہے آج
قرب سے کوئی مالا مال ہے آج
لذت ہجر کو ملال ہے آج
دعوتِ قرب لازوال ہے آج
شاید احمد بھی باکمال ہے آج
وجد میں اس کا بال بال ہے آج
عشق کی اللہ اللہ ارزانی
دیکھیے جس کو وہ بلال ہے آج
ہاتھ آئے نہ گوہرِ مقصود
غیر ممکن ہے، لامحال ہے آج

میں جور میں بھی لطف نہاں دیکھ رہا ہوں

میں جور میں بھی لطف نہاں دیکھ رہا ہوں
خوش ہو کے ترے تیر وسناں دیکھ رہا ہوں

اللہ یہ کیا رنگ جہاں دیکھ رہا ہوں
ایمان میں بھی شرک نہاں دیکھ رہا ہوں

ایمان کے گلشن میں خزاں دیکھ رہا ہوں
آثار قیامت کے عیاں دیکھ رہا ہوں

محبوب کا دامن مرے ہاتھوں میں نہیں ہے
دھوکہ ہے اگر خواب جناں دیکھ رہا ہوں

اوروں کا تو کیا ذکر کروں ہائے غضب ہے
جب شیخ میں بھی عشق بتاں دیکھ رہا ہوں

افسوس مکیں سے نہیں کچھ میرا تعلق
پھر ناز ہے اس پر کہ مکاں دیکھ رہا ہوں

میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو پا جاتے ہیں انعام

دشمن تو ہے دشمن ہی بھلا اس کا گلہ کیا
غم یہ ہے کہ احباب بھی دینے لگے دشنام

رہزن کو بھی رہبر میں سمجھتا ہوں غضب ہے
اس سادگی کا دیکھئے کیا ہوتا ہے انجام

وہ بندہ جو ہر حال میں راضی بہ رضا ہے
ہے دونوں جہاں میں اسے آرام ہی آرام

میں خوش ہوں اب سارا زمانہ ہے مخالف
میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

اللہ رے یہ عشق و محبت کی کرامت
احمد ہو مبارک، میں غزلخواں ہوں تہہ دام

یہ راز تم پر عیاں نہیں کیا؟ وہ خاک میں کیوں ملا رہے ہیں

خدا سے ہو کر جناب غافل، جہاں میں کیوں دل لگا رہے ہیں
سراب ہے یہ، نہیں ہے پانی، فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں
غضب ہے، واللہ، یہ قیامت، ستم یہ کیا آپ ڈھا رہے ہیں
خدا کا ڈر کیا نہیں ہے باقی، جو شمعِ ایماں بجھا رہے ہیں
چلو خوشی سے خدا کے بندو! وہ اپنے در پر بلا رہے ہیں
میں ان پہ صدقے، میں ان پہ قرباں، مئے محبت پلا رہے ہیں
بچھے تھے کانٹے جو راہ میں، وہ کرم سے اپنے ہٹا رہے ہیں
پہونچ ہی جائیں گے ان کے در پر کہ اب وہ خود ہی بلا رہے ہیں
مئے محبت کے جو ہیں طالب، مزے محبت کے پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آ رہے ہیں کبھی محبت سے جا رہے ہیں
میں رقص کرتا ہوں مست ہو کر، مجھے وہ اپنا بنا رہے ہیں
جلے گی ان کے سوا ہر اک شئے، وہ آگ دل میں لگا رہے ہیں
کھلا ہے میخانہ، روز و شب وہ مئے محبت پلا رہے ہیں
دعائیں دیں کیوں نہ جان و دل سے جو جام پر جام پا رہے ہیں

جو شان اپنی بڑھا رہے ہیں، وہ شان اپنی گھٹا رہے ہیں
جو شان اپنی گھٹا رہے ہیں، وہ شان اپنی بڑھا رہے ہیں
خودی تمہاری مٹا رہے ہیں، تمہیں وہ اپنا بنا رہے ہیں
یہ راز تم پر عیاں نہیں کیا؟ وہ خاک میں کیوں ملا رہے ہیں
یہ ظلم ہرگز نہیں ہے حضرت، یہ ہے محبت یہ ہے محبت
وہ سونے والوں کو اس ادا سے جگا رہے ہیں جگا رہے ہیں
کہاں سے مقصود ہاتھ آئے، جو راہِ حق سے بھٹک گئے ہم
کہاں تھا افسوس ہم کو جانا، کہاں ہم افسوس جا رہے ہیں
خطا نہیں غیر کی یہ ہرگز، خطا ہے اپنی، قصور اپنا
خود اپنے ہاتھوں سے اپنی عزت، جو خاک میں ہم ملا رہے ہیں
خدا کے تم ہو، خدا تمہارا، خدا کو راضی کرو خدارا
خدا سے جن کو ہے کچھ محبت، یہی صدا وہ لگا رہے ہیں
ہمیشہ اللہ شاد رکھے، ہمیشہ آباد ان کو رکھے
سبق محبت کا آنے والوں کو روز و شب جو پڑھا رہے ہیں
جزائے اللہ ان کو بہتر، وہی تو ہیں عاشقِ پیمبرؐ
کلام ان کا، پیام ان کا، جہاں میں سب کو سنا رہے ہیں

اطاعت ان کی جو کر رہے ہیں، جو نام پر مر رہے ہیں ان کے
جزا وہاں بھی ملے گی ان کو، جزا یہاں بھی، وہ پا رہے ہیں

نصیب اپنا ہے جاگ اٹھا، جو دورِ غفلت ہوئی ہماری
نہ سجدۂ شکر کیوں کریں ہم، کہ آج وہ یاد آ رہے ہیں

ضرور ان کی نظر ہے مجھ پر، یہ عین لطف و کرم ہے ان کا
نثار ہو میری جان ان پر، جو وہ تصور میں آ رہے ہیں

انھیں کے جلوے ہیں چار جانب انھیں کا پرتو ہے سارا عالم
جہاں بھی دیکھیں، جدھر بھی دیکھیں، نظر وہی ہم کو آ رہے ہیں

نظر جو ہوتی، نظر وہ آتے نظر نہیں، کیوں نظر وہ آئیں
نظر ملی جن کو، ان کی قسمت، نظر انھیں کو وہ آ رہے ہیں

نفس نفس پر ہے وجد طاری، زباں پہ ہے ان کا نام جاری
نہ پوچھئے ہائے دل کا عالم، گلی میں ہم ان کی جا رہے ہیں

نثار کونین کی ہو دولت، ملی ہمیں بادۂ محبت
نہ پوچھئے ہم سے اس کی لذت، بہارِ جنت لٹا رہے ہیں

فدا کریں کیوں نہ جان احمدؔ، خدا کے محبوب ہیں محمدؐ
فنا ہیں مرضی میں جو بھی ان کی، حلاوتِ ایماں کی پا رہے ہیں

مسرور آسماں ہے مخمور ہے زمیں

تشریف لانیوالے ہیں قسمت سے عارفین
مسرور آسماں ہے مخمور ہے زمیں

تقسیم ہونے والی ہے پھر دولت یقیں
مستِ مئے سرور نہ کیوں ہو دل حزیں

ساقی پلانے والا ہے پھر درد تہہ نشیں
پھر رقص کرنے والے ہیں مستی سے صالحیں

پھر یاد ان کی ہوگی مقدر سے دل نشیں
پھر آستان پاک پہ جھکنے لگی جبیں

یوں کہنے والے کہتے رہیں گے نہیں نہیں
لیکن بنائی جائے گی دنیائے دل حسیں

وقت سعید آ ہی گیا، دیکھ ہم نشیں
ذکر رسول پاک سے جھومیں گے سامعیں

ہر خاص و عام لوٹیں گے پھر فیض مرسلیں
آئے گی آسماں کو نظر رفعت زمیں

آئیں گے پھر کتاب محبت کے شارحیں
پروانہ وار ان پہ فدا ہوں گے شائقیں

کہنے لگیں گے جوش مسرت سے طالبیں
دل دل بنا بفیضِ محبت جبیں جبیں

لائیں گے پھر سرورِ محبت مفسریں
پھر عام ہوگی لذت ایاک نستعیں

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام

اُس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام

یوں تو اس قادر و قیوم کی رحمت ہے عام
پر مقدر سے ملا کرتا ہے توحید کا جام

پالے تو خیر امم ہو کے بھی ہے کالانعام
نہیں پختہ ترا ایمان، ابھی تک ہے خام

تجھ کو حاصل نہیں کیوں چین، سکون و آرام
کچھ خبر ہے، تری گمراہی کا ہے یہ انجام

اپنے آقا کی اطاعت سے جو غافل ہو غلام
کیوں ملے آپ ہی فرمایئے، اس کو انعام

ذلت و خواری و رسوائی سے تجھ کو کیا کام
سچ بتا، کیا تو نہیں ہائے محمد کا غلام

ہائے کیا بات ہے؟ سوچا ہے کبھی اس کو بھی
تجھ سے زیادہ نہیں دنیا میں ہے کوئی بدنام

حق سے افسوس نہیں تجھ کو محبت کچھ بھی
جھک کے اب شوق سے کرتا ہے تو باطل کو سلام

خاک میں تجھ کو ملایا ہے تیری غفلت نے
ہوش میں اب بھی نہ آیا، تو ہے حیرت کا مقام

آہ کیا تجھ کو نہیں یاد رہا اپنا مقام
مقتدی تو نہیں ہرگز، تو ہے دنیا کا امام

مردِ مومن نہیں ہوتا ہے زمانہ کا غلام
وہ نڈر ہو کے سناتا ہے خدا کا پیغام

تو ہے مومن، تری کیوں غیر پہ جاتی ہے نظر
شرم کی بات ہے، واللہ ہے غیرت کا مقام

نافع و ضار، جز اللہ نہیں ہے کوئی
تو مُوَحِّد ہے، تو پھر شرک سے تجھ کو کیا کام

نہیں اللہ پہ ہے تیری نظر صد افسوس
تجھ کو گھیرے ہوئے رہتے ہیں اسی سے اوہام

مئے توحید سے تُو مست ہو سرشار ہو یوں
شرک کی بو نہ رہے اور نہ باقی اوہام

تو اگر آج بھی ہو جائے محمدؐ کا غلام

تو اگر آج بھی ہو جائے محمدؐ کا غلام
سمجھیں رحمت تجھے پھر دنیا کی ساری اقوام

یوں تو سب کہتے ہیں بنتے ہیں نبی کے خدام
جو ہیں پابند شریعت ہیں وہی اصل غلام

تیرے ایمان میں خامی نہ کہیں رہ جاتی
کاش پی لیتا اگر تو بھی محبت کا جام

مست ہو کر تو سنا کرتا ہے غیروں کا کلام
پر نہیں تجھ کو حدیث نبویؐ سے کچھ کام

غوث و ابدال و قطب اور امام و اوتاد
سب کے سب ہیں یہ بلاشبہ محمدؐ کے غلام

ہے محمدؐ کی اطاعت بھی اطاعت رب کی
آپ فرمائیں تو امت میں ہے کس کا مقام

شرک و بدعت میں تو ڈوبا ہے خدا کے بندے
تو ہی انصاف سے کہدے کہ یہی ہے اسلام؟

غیر کے فعل کو حجت تو بناتا کیوں ہے
وحی کے سامنے کیا چیز ہے کشف و الہام

شرک و بدعت میں تجھے ہائے مزہ ملتا ہے
شرم کی بات ہے سنت سے نہیں تجھ کو کام

فیصلے سے جو محمدؐ کے نہیں تو راضی
پھر تو مومن نہیں کیوں لیتا ہے اسلام کا نام

ان کے دربار میں جبریل امینؑ آتے تھے
لاتے تھے عرش معظم سے خدا کا پیغام

اک طرف فخر رسل، ایک طرف ان کا غلام
بوالہوس تو ہی بتا کس کا سنے گا تو پیام

خود ہی فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم سن لے
کچھ نظر آئے تجھے تا کہ محمدؐ کا مقام

ہوتے موسیٰؑ بھی جو زندہ تو نہ چارہ تھا کوئی
بجز اس کے کہ کریں پیروی خیرانام

مرحبا صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ
اللہ اللہ یہ رتبہ ہے یہ ہے ان کا مقام

سب سے بڑھ کر نہ ہو جب تک کہ محبت ان کی
ہو گا ایمان نہ کامل، نہیں ہے اس میں کلام

صدق دل سے میں پڑھوں کیوں نہ درود اور سلام
آ گیا لب پہ مرے سرورِ عالم کا نام

اب تو بن ساقی کونین کا تو سچا غلام
اٹھ کے دنیا کو پلا شوق سے توحید کا جام

بے خبر ہوش سے لے کام، نہ ہو تو غافل
دیکھ صیاد نے ہر سمت بچھائے ہیں دام

خوابِ غفلت میں ہے بیہوش ذرا ہوش میں آ
سیکڑوں طرح کے افسوس ہیں تجھ میں اسقام

تو شریعت کا نہیں آہ رہا جب پابند
دین و دنیا میں بھلا پھر ہو ترا کیوں اکرام

بالیقیں تجھ پہ ہو اللہ کی رحمت نازل
اپنے اللہ کو گر یاد کرے صبح و شام

پیروی سید کونین کی لازم ہے تجھے
اپنے اعمال سے اسلام کو مت کر بدنام

آہ تو لذت ایمان سے بیگانہ ہے
مغز جس میں نہ ہو کس کام کا ہے وہ بادام

تو نہیں واقفِ اسرارِ محبت سے ہرگز
مست ہیں مست وہی لوگ جو ہیں بادہ بجام

تیری محرومی کی ظالم نہ کوئی حد نہ حساب
مئے توحید کو بھی آہ سمجھتا ہے حرام

کیا کہوں تجھ سے کہ تو عقل و خرد کا ہے غلام
دور ہے تجھ سے ابھی اہل محبت کا مقام
اتباع نبوی سے نہیں تجھ کو کچھ کام
پھر بھی کہتا ہے کہ ہوں فخر دو عالم کا غلام
راہبر خود ہی ہیں گمراہ الٰہی توبہ
پھر نہ کیوں عام مسلمانوں کا ہو یہ انجام
بندے اللہ کے اللہ سے جب باغی ہیں
کیا تعجب ہے جو دنیا میں بپا ہے کہرام

گر سمجھ میں تری آیا ہو رسالت کا مقام
کٹ کے ہر در سے تو بن فخرِ دو عالم کا غلام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری
یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام
جو ہیں سرکار مدینہ کی محبت میں فدا
ساتھ سرکار کے جنت میں کریں گے وہ قیام
جان کی ان کی قسم کھاتا ہے قرآں میں خدا
اللہ اللہ یہ محبوب خدا کا ہے مقام

اپنے اللہ سے واللہ ابھی لیں انعام
کہہ کے لبیک مسلمان جو باندھیں احرام
لاؤ ایمان نہ لاؤ، یہ تمہاری ہے خوشی
تم پہ اللہ کی حجت ہوئی جاتی ہے تمام
اپنے اللہ پہ قربان نہ ہو وہ کیوں کر
شکر ہے شکر کہ احمد ہے محمدؐ کا غلام

اشعار ہی میں عشق کا دریا بہایئے

احمد مزے میں آپ ذرا گنگنایئے
اشعار ہی میں عشق کا دریا بہایئے

اب دل میں اپنے شمعِ محبت جلایئے
تاروں کی طرح رات کو پھر جگمگایئے

دل پر خدا کے نام کی ضربیں لگایئے
اور اپنے دل سے نقشِ دوئی کا مٹایئے

اللہ سے کچھ ایسا تعلق بڑھایئے
سنتے ہی نام پاک کو بس جھوم جایئے

ان کے سوا کسی سے نہ اب دل لگایئے
للہ آپ بات میری مان جایئے

اس درجہ آپ مشق تصور بڑھایئے
موجود اُن کو پاس ہی ہر وقت پایئے

آنکھوں کی راہ پہلے انھیں دل میں لایئے
مقصود دیکھنا ہو تو گردن جھکایئے

ہر ماسوا کو آگ خوشی سے لگایئے
کانٹے بچھے ہیں راہ میں ان کو ہٹایئے

کچھ کام کرکے پہلے تو ان کو دکھایئے
بیکار شور آپ نہ اتنا مچایئے

تیروں پہ تیر سینے پہ کھاتے ہی جایئے
اُف بھی زبان پر مگر اپنے نہ لایئے

دل کو خدا کے واسطے پھر دل بنایئے
یعنی خدا کی یاد سے اس کو بسایئے

سنتے ہیں؟ ان کی مرضی پہ سب کچھ لٹایئے
اسلام لاچکے ہیں اب ایمان لایئے

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

خلق نبی کا اب تو نمونہ دکھایئے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگایئے

دنیا کو یہ کمال اب اپنا دکھائیے
جو مر چکے ہیں ان کو دوبارہ جِلائیے

غفلت کی نیند میں نہ کسی کو سلائیے
جو محوِ خوابِ ناز ہیں ان کو جگائیے

یہ کیا کمال، زندوں کو مردے بنائیے
بیشک کمال یہ ہے کہ مردے جِلائیے

دنیا کو پھر کتابِ محبت پڑھائیے
پروانہ بن کے شمع پہ خود کو جَلائیے

پڑھ کر حدیثِ پاک جہاں کو سنائیے
یعنی رسولِ پاک کی محفل سجائیے

جامِ طہور پیجیے سب کو پلائیے
پیارے نبی کے دین پر سب کو چلائیے

دوزخ بنی ہوئی ہے جو دنیا یہ آج کل
آپ اس کو اپنے فیض سے جنت بنائیے

دنیا تڑپ رہی ہے جو آلام و درد سے
جامِ شفا ضرور اسے اب پلائیے

گمراہ ہو رہے ہیں جو تاریک رات میں
مشعل جلا کے راہِ ہدایت دکھائیے

خیر الامم ہیں آپ ہی، فرمائیے جناب
تبلیغ آپ کرتے نہیں، کیوں بتائیے

اعمالِ بد سے اب نہ جہاں کو ہنسائیے
اسلام پر خدارا نہ دھبہ لگائیے

نفس آپ کا مرا ہے! خدارا بتائیے
اک بات کوئی کہہ دے تو کیوں تلملائیے

شیطان اور نفس کے قصے کریں تمام
یہ روز روز کے ہیں جو جھگڑے مٹائیے

ہرگز نہ ٹھیک ہوگا، بہت ہی شریر ہے
جب تک نہ آپ نفس پہ کوڑے لگائیے

معراج ہے یہ عشق کی واللہ دوستو!
لے کر خدا کا نام سر اپنا کٹائیے

دیکھیں! ذرا سمجھ کے چلیں راہِ عشق میں
ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں چوک جائیے

ہشیار باش، راہ میں ڈاکو ہیں چور ہیں
چلیے سنبھل کے آپ کہیں لٹ نہ جائیے

دونوں جہاں کی خیر اسی میں جناب ہے
روٹھے ہوئے ہیں، چل کے انھیں اب منائیے

ان کے سوا کسی پہ نہ قربان آپ ہوں
ان کی مثال ہو تو کہیں جا کے لائیے

شاید بنا لیں آپ کو اپنا وہ ایک دن
قسمت کو اپنی آ کے یہاں آزمائیے

یہ سوچ، فکر، جو بھی ہے خامی طلب کی ہے
بگڑی بنے گی، آپ قدم تو اٹھائیے

ہوش و خرد کا کام نہیں راہِ عشق میں
ان کی طلب میں اپنے کو مجنوں بنائیے

یوں ڈھونڈھتے رہیں گے نہ پائیں گے آپ انھیں
وہ کب ملیں گے، اپنی خودی جب مٹائیے

دولت کسی کو مفت میں ملتی نہیں ہے یہ
سب کچھ نثار کیجیے، تب آپ پائیے

ان کے سوا نہ یاد رہے کوئی آپ کو
جو بھی ہیں غیر، دل سے انھیں اب بھلائیے

ہمت کریں جو آپ تو مشکل نہیں جناب
رحمت خدا کی ہو تو انھیں پل میں پائیے

جب تک نہ آپ سنتِ نبوی پہ مر مٹیں
ممکن نہیں کبھی بھی جو مقصود پائیے

ظلمت نہ دور ہو گی گناہوں کی دوستو!
جب تک نہ آپ اشکِ ندامت بہائیے

برباد ہو گا کوئی، محبت میں کب بھلا
خطرہ بھی آپ دل میں یہ ہرگز نہ لائیے

اسلام کو جہان میں رسوا نہ کیجیے
مت شرک کے قریب کبھی آپ جائیے

مشغول ہو کے کلمۂ طیب کے ذکر میں
دل میں لگا جو زنگ ہے اس کو چھڑائیے

مشغول اسم ذات میں ہوں آپ اس طرح
اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جائیے

پہلے تو آپ کر دیں نفی جملہ غیر کی
حتیٰ کہ اپنی ذات کو بھی بھول جائیے

سچی طلب سے پہلے انھیں ڈھونڈھیے تو آپ
ممکن نہیں جو آپ انھیں پھر نہ پائیے

ہشیار، پھونک پھونک کے رکھیں قدم یہاں
تر ہو نہ جائے، دیکھئے دامن بچائیے

ہے بحرِ عشق، اس کا کنارہ نہیں کوئی
اس میں خوشی سے آپ بھی بس ڈوب جائیے

دل چاہتا ہے اپنا، کہیں اب نہ جائیے
یہ داستانِ عشق ہے، کس کو سنائیے

دربارِ عام گرم ہے، تشریف لائیے
لیکن یہ شرط ہے کہ محبت سے آئیے

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آ جائیے

شکوہ اگر ہو جور کا، کیوں آپ آئیے
کس نے بلایا آپ کو، گھر اپنے جائیے

طالب ہیں مال و زر کے بہت لوگ، جائیے
میرے لئے تو دل ہی کا نذرانہ لائیے

آساں نہیں ہے قرب کی منزل عزیز من
یہ قتل گاہ ہے، یہاں ہرگز نہ آئیے

آتے ہیں آپ آئیں، کوئی روکتا نہیں
تحفہ دل و جگر کا مگر ساتھ لائیے

آئے ہیں آپ شوق سے آئیں، نہیں ہے عذر
احسان آپ مجھ پہ نہ لیکن جتائیے

دو ہی قدم پہ آپ یہاں ڈوب جائیں گے
کشتی سے آپ بحرِ محبت میں آئیے

یوں چل سکیں گے آپ نہ اللہ کی طرف
جب تک نہ اہلِ عشق کی صحبت میں آئیے

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں، آپ مرے ساتھ آیئے
میں چل رہا ہوں منزلِ مقصود کی طرف
چلنا ہو آپ کو بھی تو ہمراہ آیئے
جانباز کیسے کیسے ہیں موجود اس جگہ
بازارِ عشق میں ذرا احمدؔ تو آیئے

ان کی نظر کے تیر اگر آپ کھایئے
واللہ آپ شوق سے سب کچھ لٹایئے
مقصود صرف وہ ہیں، کوئی دوسرا نہیں
ان کے سوا کسی کو نہ خاطر میں لایئے
اپنی نظر کی ہے یہ خطا، اور کچھ نہیں
موجود کوئی اور کہاں ہے بتایئے
کیوں نامِ اہلِ عشق کو رسوا کریں گے آپ
صدیق بن کے آنا ہو جب آپ آیئے
نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے آنے نہ پایئے
اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار، پر آنے نہ پایئے
"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق"
یہ ہے مقام آپ کا، پھر آپ آیئے
تفویض ہی سے چین ہے دونوں جہان میں
تجویز کا خیال بھی دل میں نہ لایئے
ہرگز منازعت نہ کریں حکمِ حق میں آپ
تسلیم کو شعار اب اپنا بنایئے
"خس کم، جہانِ پاک" نہ ہرگز کہے کوئی
دارِ فنا سے دارِ بقا کو جو جایئے

حاضر ہے خوانِ فضل کا، جی بھر کے کھایئے
خود کھایئے، جو آئے اسے بھی کھلایئے

ہرگز خیالِ جاہ کا دل میں نہ لائیے
نام و نمود و جاہ نہ جب تک مٹائیے

تسلیم کا اب اپنے کو خوگر بنائیے
ان کے ہر ایک حکم پہ گردن جھکائیے

تقویٰ کا پھر لباس پہن کر کے آئیے
محفل میں ان کی جانے کا تب اذن پائیے

اک ان کا غم ملا ہے، مبارک ہو آپ کو
اپنی خوشی میں آگ خوشی سے لگائیے

جب تک نہ جامِ عشق و محبت پئیں گے آپ
ممکن نہیں بلند مقام آپ پائیے

الفت خدا کی دل میں خدارا جمائیے
پڑھ کر نماز گھر کو خدا کے بسائیے

دنیا کو اپنے دل میں نہ ہرگز بسائیے
اپنے خدائے پاک سے اب لو لگائیے

کبر و ریا، نفاق، ہر اک بُت کو ڈھائیے
دل سے خدا پہ اپنے اب ایمان لائیے

ہرگز حرام کے نہ قریب آپ جائیے
روزی حلال آپ کما کر کے کھائیے

داڑھی خدا کے واسطے اب مت منڈائیے
صورت رسولِ پاک کی اپنی بنائیے

مانیں گے میری بات تو اللہ ہوگا خوش
شیطان کو ضرور ہی اب تو رلائیے

جنت کا راستہ میں بتاتا ہوں دوستو!
میں چاہتا ہوں آپ نہ دوزخ میں جائیے

جو کچھ سنانا تھا مجھے، میں نے سنا دیا
گھر اپنے اپنے شوق سے اب آپ جائیے

اللہ، اپنی راہ پہ مجھ کو چلائیے
گمراہ میں نہ ہوں، مرے مالک بچائیے

دستِ کرم حضور ادھر بھی بڑھایئے
اپنی گلی میں آپ مجھے بھی بلایئے

ہم آپ کے ہیں، جائیں کہاں یہ بتایئے
حاضر ہیں در پہ اب مری بگڑی بنایئے

غیروں کا ہوش مجھ کو، نہ اپنا رہے خیال
کچھ اس طرح حضور اب اپنا بنایئے

برباد اور تباہ میں سرکار ہو گیا
للّٰلہ کید نفس سے مجھ کو چھڑایئے

برباد ساری عمر کیا میں نے اپنی آہ
شیطاں کے قید سے مجھے اب تو بچایئے

غافل ہے تجھ سے اور تیری یاد سے بہت
دل کو ہمارے ذاکر و شاغل بنایئے

محروم آپ مجھ کو نہ فرمایئے حضور
اک جام آپ میری طرف بھی بڑھایئے

حاضر ہوں در پہ آپ کے فرمایئے کرم
ان کا پتہ حضورؐ مجھے بھی بتایئے

کیوں محفل عشاق ہے ویران مجاہد

صحابہ کرام رضؓ کی شان

اللہ کا ہے تابع فرمان مجاہد   دیدے نہ رہ عشق میں کیوں جان مجاہد

جب دونوں جہاں کرتا ہے قربان مجاہد   پھر پائے نہ کیوں لذت ایمان مجاہد

ہے باطل و حق کے لئے فرقان مجاہد   سچ یہ ہے کہ اسلام کی ہے جان مجاہد

ہو جائے نہ کیوں کامل ایمان مجاہد   پیتا ہے سدا بادۂ عرفان مجاہد

دنیا میں ہے اسلام کی برہان مجاہد   جنت میں ہے اللہ کا مہمان مجاہد

اک جان اگر کرتا ہے قربان مجاہد   پاتا ہے پھر اللہ سے سو جان مجاہد

کرتا ہے بہم امن کا سامان مجاہد   مظلوم کے ہے درد کا درمان مجاہد

سرکارِ محبت کا ہے دربان مجاہد   ہے گلشنِ ایماں کا نگہبان مجاہد

واللہ محبت کی ہے میزان مجاہد   دربارِ محبت کا ہے دیوان مجاہد

یہ عشق، یہ الفت، یہ محبت یہ کرامت   سو جاں سے ہے اللہ پہ قربان مجاہد

اللہ کی رحمت سے اترتا ہے سکینہ   ہوتا نہیں کچھ بھی ہو پریشان مجاہد

لہراتا ہے ہر سمت ہی انصاف کا پرچم   ہو جاتا ہے جب صاحب فرمان مجاہد

اللہ کے وعدوں پہ ہے بس اس کو بھروسہ   کیا غم ہے جو ہے بے سرو سامان مجاہد

باطل کو تخیل میں نہیں لاتا ہے ہرگز
کرتا ہے سدا حق ہی کا اعلان مجاہد

وہ نور جو چمکا سرِ فاران مجاہد
دل اس سے ہے روشن تیرا ہر آن مجاہد

جاری ہے جہاں میں ترا فیضان مجاہد
حاصل ہے تجھے نسبت احسان مجاہد

ہو تجھ کو مبارک یہ تری شان مجاہد
ہر ایک تری رگ ہے رگ جان مجاہد

حاصل تجھے اللہ کی رضوان مجاہد
خوش تجھ سے ہیں جب احمد ذیشان مجاہد

یہ رعب یہ ہیبت یہ تری شان مجاہد
دشمن کے خطا ہوتے ہیں اوسان مجاہد

تو ہی تو ہے ہاں حاصل ایمان مجاہد
جنت ہے تری جنگ کا میدان مجاہد

ہیں غیر بھی اسلام پہ قربان مجاہد
یہ سب ہے تری برکتِ ایمان مجاہد

یہ عزم، یہ ہمت، یہ تری آن مجاہد
مشکل ہو کوئی تجھ کو ہے آسان مجاہد

اللہ کی ہے یاد تری جان مجاہد
ہے تیرے لئے زیست کا سامان مجاہد

یاد آتی ہے مجھ کو وہ تری آن مجاہد
کی تو نے ہے جب بیعت رضوان مجاہد

دل تیرا ہے گنجینۂ عرفان مجاہد
ہے پاس ترے عشق کی دوکان مجاہد

ہو تیری ثنا مجھ سے کما کان مجاہد
عاجز ہوں میں اس کا نہیں امکان مجاہد

یہ شانِ غنا تیری کہ ہے بوریا تیرا
نظروں میں تری تخت سلیمان مجاہد

قرآن کی تفسیر تری ذات مبارک
واللہ تو ہے حاصل ایمان مجاہد

تو چھوڑ کے گھر بار کو الفت میں خدا کی
طے کرتا ہے صحرا و بیابان مجاہد

یہ فیض، یہ برکت تری اللہ رے اب تک
اسلام کا گلشن نہیں ویران مجاہد

حق کیسے ادا ہو سکے حق یہ ہے کہ تیرا
دنیائے محبت پہ ہے احسان مجاہد

اللہ کی رحمت کے ہے آغوش میں ہر دم
ہوتا نہیں دل میں ترے خلجان مجاہد

مظلوم کی نظریں تجھے پھر ڈھونڈ رہی ہیں
دنیا ہے مصائب سے پریشان مجاہد

اب رنگ جہاں اور ہی کچھ دیکھ رہا ہوں
کیوں محفل عشاق ہے ویران مجاہد

دل پہ اک چوٹ لگی آنکھیں ہیں گریاں دونوں

معجزہ سرورِ عالم کا نہ کیوں اس کو کہوں
اللہ اللہ یہ ہیں آیۂ رحمٰن دونوں[1]

علم و عرفان کی دولت سے کیا مالا مال
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں حاتم دوراں دونوں

جان و دل اُن پہ نہ قربان کروں میں کیونکر
میرا ایماں ہے کہ ہیں حاصل ایماں دونوں

کس میں یہ دم ہے کہ جو اُن کے مقابل آئے
ان کی تائید میں ہیں سنت و قرآں دونوں

میں نے تو ان کو صحابہ کا نمونہ پایا
کفر و اسلام کے حق میں ہیں یہ فرقاں دونوں

غم سے مطلب ہی نہیں رہتے ہیں اللہ اللہ
عشق کے فیض سے ہر حال میں شاداں دونوں

غیر پر ان کی نظر ہی نہیں پڑتی ہے کبھی
اپنے اللہ کے ہیں تابعِ فرماں دونوں

رحمتِ حق سے انھیں قربِ خدا ہے حاصل
رہتے ہیں خوف سے اللہ کے لرزاں دونوں

بغض فی اللہ میں اُن کا نہیں ثانی کوئی
حب فی اللہ میں ہیں سب سے نمایاں دونوں

عشق مولیٰ میں رہا کرتے ہیں ہر دم سرشار
اس زمانے کے ہیں یہ بوذر و سلماں دونوں

مئے توحید سے رہتے ہیں ہمیشہ مخمور
آخری دور کے ہیں یہ شہہ جیلاں دونوں

جانشیں فخرِ رسل کا انھیں میں کیوں نہ کہوں
جبکہ ہیں گلشنِ ایماں کے نگہباں دونوں

---

[1] "دونوں" سے مراد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ ہیں۔

"اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ" کی لگاتے ہیں صدا ان پہ قرباں، یہ ہیں خلدِ بداماں دونوں
نورِ تقویٰ سے ہوئی ظلمتِ عصیاں کافور نفس و شیطان ہیں اب سخت پریشاں دونوں
فیض سے ان کے وہ خوشبوئے محبت پھیلی جس سے معمور ہیں صحرا و گلستاں دونوں
ہر گھڑی رہتا ہے دریائے کرم ہی جاری روز و شب بانٹتے ہیں نسبتِ احساں دونوں
یہ محبت، یہ مروت، یہ سخاوت، یہ کرم کہتے انساں ہیں جسے ہیں یہ وہ انساں دونوں
آتی ہر آن ہی ہے قلب مبارک میں بہار فیضِ امدادؔ سے ہیں رشکِ گلستاں دونوں
مرتبہ ان کا کوئی اہل نظر سے پوچھے فقر کے پردے میں واللہ ہیں سلطاں دونوں
اللہ اللہ، یہ رتبہ، یہ فضیلت ان کی حق کی نظروں میں یہ ہیں مردِ مسلماں دونوں
تذکرہ چھیڑ دیا کس کا یہ تو نے ہمدم دل پہ اک چوٹ لگی آنکھیں ہیں گریاں دونوں
زندگی ان کی بدولت ہوئی مجھ کو حاصل شکر اللہ کا، ہیں میری رگِ جاں دونوں

ان کی تعلیم پہ قربان مری جان احمد
للہ الحمد مرے دل میں ہیں پنہاں دونوں

دردوغم کی داستاں ہے یہ نہیں شعروسخن

آہ کس دل سے کروں تیری طرف روئے سخن
حیف ہے اجڑا ہوا تیری محبت کا چمن

ہو رہے ہیں کیسی جرأت سے وہ حق پر خندہ زن
پھر بھی تو ہے ان پہ قرباں عشق نے پہنا کفن

ہائے ناداں سنگریزوں پر تو راضی ہو گیا
ورنہ مل جاتا تجھے اس بزم سے دُرِّ عدن

پاس باطل کے چلا جا حق سے ہے گر سوءِ ظن
تیرے جانے سے نہ سونی ہو گی ان کی انجمن

ہو کے مومن، تو نے سیکھا ہے منافق کا چلن
چاہتا ہے خوش رہیں سب تجھ سے شیخ و برہمن

ہوش کے بندے ہیں سب باقی نہیں دیوانہ پن
حامیٔ حق اب نہیں کوئی یہ ہے دورِ فتن

لب پہ یہ مصرع ہے جاری ہائے میرِ انجمن
"شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن"

حق پرستوں کے لئے ہے دوستو! دار و رسن
سہل سمجھا تو نے اور ہے عشق کی منزل کٹھن

دل میں ایماں کی حرارت ہی نہیں جنبش زن
ہائے کیا نکلے گا تو پھر باندھ کر سر سے کفن

نشۂ حب الٰہی، ہو گیا دل سے ہرن
مٹ رہا ہے دینِ برحق اور اف تو ہے مگن

چھا گئی ہر سمت ظلمت چھپ گئی روشن کرن
لگ گیا صد حیف خورشیدِ محبت کو گہن

وہ نہ ہوں گے دل میں پھر جب تک ترے جلوہ فگن
تجھ کو واپس مل نہیں سکتا ہے تیرا بانکپن

عشق والے بھول بیٹھے کس لئے طرزِ کہن
دیکھ کر غیروں کو بدلا آپ نے بھی پیرہن

وہ مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں آثار وسنن
ہے معاذ اللہ تیری بے حسی ہمت شکن

لٹ رہا ہے سامنے تیرے محبت کا چمن
مطمئن ہے تو، نہیں ہے تیرے چہرے پر شکن

درد و غم کی داستاں ہے یہ نہیں شعر و سخن
تو تڑپ اٹھتا، لگی ہوتی اگر دل میں لگن

تو بدل سکتا نہیں اے دوست جب رنگ چمن
ڈھونڈ کر تیری جماعت میں ہو کوئی کوہکن

چاہتے ہیں جو نہ ہو ویران ایماں کا چمن
ان کی جانب ہے فقط احمد مرا روئے سخن

میرا سر ہے اور تیرا آستاں

عشق کی کس کو سناؤں داستاں
ہائے جب کوئی نہیں ہے رازداں

لطف جینے کا اسے حاصل کہاں
جس نے دیکھا ہی نہ بزم عاشقاں

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطفِ نہاں

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں

ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں

عشق کی ذلت کا وہ دیکھیں سماں
ہے زمیں بھی مرے حق میں آسماں

مجھ کو جی بھر کر ستالیں وہ یہاں
میں خلاف حق نہ کھولوں گا زباں

حق پرستی کی سزا جورِ عیاں — ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں
مکر تیرا سب رئیسِ گمرہاں — کب بھلا اہلِ نظر سے ہے نہاں
بڑھ رہے ہیں پھر شرورِ دشمناں — تجھ سے ہے فریاد ربِّ دو جہاں
جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں — آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں — جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں — گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں
ہے مدد پر جب مکینِ لامکاں — پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں
ہے تیرا بندہ ضعیف و ناتواں — ترے در کو چھوڑ کر جائے کہاں
میرا سر ہے، اور تیرا آستاں — ہے یہی میرے لئے رشکِ جناں
دونوں عالم میں نہ ہو مجھ کو زیاں — ابرِ رحمت کا ہو مجھ پر سائباں

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

مردہ ہوں، دیکھنے میں میں زندہ ضرور ہوں

اب غم ہی غم ہے، ہائے مسرت سے دور ہوں
محسوس ہو رہا ہے سراپا قصور ہوں

ظلمت کدہ ہے دل مرا، محروم نور ہوں
غم کیوں نہ ہو کہ اب میں نہیں مثلِ طور ہوں

ہر وقت درد و کرب ہے، اک اضطراب ہے
دوزخ سے میں قریب ہوں جنت سے دور ہوں

اپنی خطا ہے اور کسی کی خطا نہیں
تسلیم ہے مجھے، میں بڑا بے شعور ہوں

تاریک میرے حق میں ہے عالم تمام آج
صد حیف، اب میں شمعِ محبت سے دور ہوں

کیا حال پوچھتے ہو مرا، دوستو سنو
ہر وقت رو رہا ہوں میں مجرم ضرور ہوں

افسوس حال میرا کوئی معتبر نہیں
"اُف" میں ابھی مقامِ محبت سے دور ہوں

سمجھے گا کون میرے دلِ مضطرب کا حال
مُردہ ہوں، دیکھنے میں میں زندہ ضرور ہوں

وہ کیف وہ سرور، وہ مستی نہیں رہی
جنت میں رہ کے ہائے میں جنت سے دور ہوں

ان کی نگاہِ لطف سے محروم کیوں نہ ہوں
بندہ بھی ہو کے جب میں سراپا غرور ہوں

مرنے کا وقت آگیا، بدلا نہ پھر بھی دل
احمد میں اب بھی مائل فسق و فجور ہوں

وہم و گماں سے بھی سوا رحمتِ کردگار ہے

تجھ سے زیادہ دہر میں کون گناہگار ہے
پھر بھی تو ہنس رہا ہے آہ، کیوں نہیں اشکبار ہے

غفلت و سرکشی میں آہ، عمر ہوئی تری تباہ
اُف رے یہ تیری بے حسی، تو نہیں سوگوار ہے

اپنے کرم سے اس نے تو تجھ کو جگایا بار بار
پھر بھی نہ آیا ہوش میں، ایسا تو نابکار ہے

لہو و لعب میں مست ہے، یادِ خدا کرے گا کب
تو ہی بتا دے بے خبر زیست کا اعتبار ہے؟

جانتا ہے یہ بالیقین، خود نہیں صاحبِ یقیں
یوں تو دکھانے کے لئے نادرِ روزگار ہے

کیا یہ نہیں نفاق ہے، خود ہی بتا دے صدق سے
لب پہ ہے ذکرِ یار کا، دل میں بھی یادِ یار ہے

تو ہی ہے دین کا مقتدیٰ، شرم تجھے نہیں ذرا
تو نہیں مقتدی کبھی آہ نفس کا خود شکار ہے

دل سے دعائے مغفرت اس کے لئے کریں ضرور
بندۂ روسیاہ کا زائرو یہ مزار ہے

احمدؔ خستہ جاں کیوں اتنا تو بے قرار ہے
وہم و گماں سے بھی سوا رحمتِ کردگار ہے

محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد

پیا بھی ہے فنا کا جام، مولانا لئیق احمد
محبت میں ابھی ہیں خام مولانا لئیق احمد
ابھی ہیں طالبِ اکرام مولانا لئیق احمد
نہیں ہیں بندۂ بے دام مولانا لئیق احمد
نہ ہرگز لیں طلب کا نام مولانا لئیق احمد
کریں مست عشق کو بدنام مولانا لئیق احمد
محبت کا جو پیتے جام مولانا لئیق احمد
مزا دیتی مری دشنام مولانا لئیق احمد
طلب ہی آپ کی ہے خام مولانا لئیق احمد
لے پھر عشق کا کیوں جام مولانا لئیق احمد
جو لیتے ان کا دامن تھام مولانا لئیق احمد
نہ رہتے آپ تشنہ کام مولانا لئیق احمد
جفا محبوب پر بھی آپ کرتے ہیں، قیامت ہے
نہیں یہ عاشقوں کا کام مولانا لئیق احمد

کٹھن ہے عشق کی منزل سمجھنے بھی ہیں کچھ حضرت
یہاں کیا بوالہوس کا کام مولانا لئیق احمد
نہیں فانی صفت کوئی ارے توبہ معاذ اللہ
اسی سے لوگ ہیں ناکام مولانا لئیق احمد
فنا کرتے نہیں اپنا ارادہ ان کی مرضی میں
محبت ہے اسی کا نام ؟ مولانا لئیق احمد
فنا ہے شرط اول قول ہے اہل محبت کا
یہی کرتے ہیں سب ارقام مولانا لئیق احمد
پہونچ جائیں نہ فوراً اڑ کے کیوں بام محبت پر
جو حاصل ہو فنائے تام مولانا لئیق احمد
خودی ہے اور خود رائی جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد
خودی اپنی مٹائیں، اور خود رائی سے باز آئیں
یہ ہیں سب عشق کے احکام مولانا لئیق احمد
چلیں گے کوئے جاناں آپ، ناممکن ہے ناممکن
نہ جب تک باندھ لیں احرام مولانا لئیق احمد
خطا اپنی نہیں کیوں مانتے، کیا بات ہے آخر
بہت ہے نفس نافرجام مولانا لئیق احمد

محبت میں جو ہے گمنام مولانا لئیق احمد
اسے شہرت سے ہے کیا کام مولانا لئیق احمد

مبارک ان کو جو قرباں ہیں ساقی کی اداؤں پر
وہ پیتے ہیں مۓ گلفام مولانا لئیق احمد

ملے گی مُفت ہی میں دین کی دولت سمجھتے ہیں؟
مگر یہ ہے خیالِ خام مولانا لئیق احمد

جفا وہ لاکھ فرمائیں، زباں پر اف نہ ہم لائیں
محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد

اگر ان پر نظر ہوتی، تو حالت اور کچھ ہوتی
نہ رکھتے غیر پر الزام مولانا لئیق احمد

نہیں جو عارفِ حق اس کی نسبت عرض ہیں کردوں
نہیں انساں، ہے کالانعام مولانا لئیق احمد

محبت سے نہ گر تنبیہ فرماتے رہیں احمد
نہ ہو پختہ کبھی پھر خام مولانا لئیق احمد

وہ صحرا کی صدا ہو کر نہ آئیں

کسی سے وہ خفا ہو کر نہ آئیں
مجھے ڈر ہے جفا ہو کر نہ آئیں

گریں بجلی نہ بن کر آشیاں پر
وہ صد برقِ بلا ہو کر نہ آئیں

دلِ عشّاق کو وہ کر کے مجروح
حسینوں کی ادا ہو کر نہ آئیں

حسیں اُن کا تخیل تھا عزیزو
بلا میں مبتلا ہو کر نہ آئیں

قیامت آ نہ جائے مجھ کو ڈر ہے
وہ خونِ مدّعا ہو کر نہ آئیں

گئے تھے بادِ صرصر کی طرح وہ
کہیں بادِ صبا ہو کر نہ آئیں

تمنا کا نہ ہو جائے کہیں خوں
کہیں رنگِ حنا ہو کر نہ آئیں

ملا کر خاک میں ہر حُسنِ تدبیر
وہ بختِ نارسا ہو کر نہ آئیں

وہ طے کرنے گئے ہیں دشتِ پرخار
کہیں خود زخم پا ہو کر نہ آئیں

گئے ہیں دوستو! خوش خوش چمن میں
وہ غم کا ماجرا ہو کر نہ آئیں

کسی کے چارہ گر یوں کہہ رہے ہیں
وہ دردِ لا دوا ہو کر نہ آئیں

بہارِ جاں فزا بن کر گئے ہیں
جہانِ فتنہ زا ہو کر نہ آئیں

ہمیں تو یہ نظر آتا ہے احمد
وہ صحرا کی صدا ہو کر نہ آئیں

کیف ہے اعتماد پر، لطف ہے انقیاد میں

دل ہے تمہارے پاس اور جسم الہ آباد میں
پھر بھی تڑپ رہا ہے آہ کوئی تمہاری یاد میں
دل کا ترے فراق میں ہائے عجیب حال تھا
خُلد کا لطف آگیا پھر بھی اسی جہاد میں
عشق کی شان ہی کچھ اور دیکھ رہا ہوں آج میں
کیف ہے اعتماد پر لطف ہے انقیاد میں
لذتِ دید، ہجر میں، عشق کی یہ کرامتیں
میں نے خزاں میں بھی بہار دیکھ لی تیری یاد میں
ایک ہی بات میں نظر آتی ہیں باتیں سیکڑوں
پڑ گئی جان عشق کے فیض سے اجتہاد میں
تیری ہر ایک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں
ضعف کا نام تک نہیں ہے مرے اعتقاد میں

تیری خوشی سے خوش ہوں میں غم سے ترے ہوں غمزدہ
آئی نظر بہارِ عشق مذہبِ اتحاد میں

کیفؔ تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق ہیں
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا ہیں داد میں

موت ہی میں حیات کا جس کو ملا پیام ہو
اس کو مزا ملے گا کیا نعرۂ زندہ باد میں

مرضی سے ان کی بُعد میں راضی ہزار جاں سے ہے
شانِ فنا تو دیکھئے عاشقِ نامراد میں

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں
کہیں عاشق بھی اندازِ جفا ہوتے ہیں

چھیڑ ہوتی ہے محبت میں یقیناً حضرت
ظلم ہے آپ جو اِس پر بھی خفا ہوتے ہیں

ان کی ہر بات میں ہے روح محبت پنہاں
جو ہیں نادان وہی ان سے خفا ہوتے ہیں

جو نہ تلخی میں بھی شیرینی کی لذت پائیں
ایسے نادان کہیں اہلِ وفا ہوتے ہیں

راہِ الفت میں قدم سوچ سمجھ کر رکھیں
سیکڑوں فتنے یہاں روز بپا ہوتے ہیں

وہ جو کہنے ہی محبت ہی سے کہتے ہیں فقط
دور کینہ سے بہت اہلِ صفا ہوتے ہیں

ناز اٹھاتے ہیں خوشی سے جو ہیں پابندِ نیاز
بس وہی بندۂ تسلیم و رضا ہوتے ہیں

جو سمجھتے ہیں محبت کو عداوت احمد
بے وفا ہوتے ہیں اور اہلِ ہویٰ ہوتے ہیں

سمجھتا ہے؟ کہ کیوں جاتی نہیں ہے تیری مَن مانی

سمجھتا ہے کہ کیوں جاتی نہیں ہے تیری مَن مانی
محبت کی حقیقت ہی ابھی تو نے نہیں جانی
محبت جس جگہ طالب کو لے جاتی ہے اے ناداں
نہیں پرواز کر سکتی وہاں تک عقلِ انسانی
ابھی تو بے خبر ہے نفس و شیطان کے مکائد سے
مگر افسوس تو کرتا ہے دعوائے ہمہ دانی
حقیقت میں یہی غفلت ہے جس کو تو نہیں سمجھا
یہ نادانی نہیں جس کو سمجھتا ہے تو نادانی
یقین محکم، عمل پیہم سے جب تک آپ خالی ہیں
کبھی بھی دور ہو سکتی نہیں ہرگز تن آسانی
فنا جب تک نہ ہوں، اللہ ہرگز مل نہیں سکتا
غزالی ہوں کہ رازی، مولوی ہوں یا کہ جیلانی
محمدؐ کی اطاعت اور محبت سے جو خالی ہے
نہ ہرگز بن سکے گا وہ کبھی واللہ ربانی

اُسے آغوش رحمت میں وہ لے لیتے ہیں خود بڑھ کر
جُھکائی اس کے در پر صدق دل سے جس نے پیشانی

ترے در پر جو آتے ہیں، وہی مقصود پاتے ہیں
گریزاں کیوں نہ ہو ظلمت تری محفل ہے نورانی

محبت کیا ہے؟ کیا جانے اطاعت کیا ہے؟ کیا سمجھے
وہ ظالم ہائے جس نے بات ہی تیری نہیں مانی

سراپا عجز بن کر، عاجزی لے کر میں آیا ہوں
ترے دربار کے لائق یہی تحفہ ہے لاثانی

کر اپنی یاد سے آباد میرے دل کو اے مولیٰ
کرم سے دور فرما دے مرے دل کی یہ ویرانی

تو میرے درد کا درماں، الٰہی تجھ پہ میں قرباں
پکاروں غیر کو کیوں؟ جب نہیں تیرا کوئی ثانی

منور ہوتے ہیں دل نورِ ایماں سے مبارک ہو
کبھی احمدؔ جو فرماتے ہیں خوش ہو کر گُل افشانی

سوا ان کے جو کچھ ہے سب دردِ سر ہے

ادھر بھی محبت کا تیری اثر ہے
تو کچھ باخبر بھی ہے کچھ بے خبر ہے

تجھے کچھ ملی ہے محبت کی دولت
یہ سب کچھ کسی کی دعا کا اثر ہے

مبارک ہو تجھ کو، مبارک ہو تجھ کو
محبت میں ان کی تری چشم تر ہے

کیا ہے محبت کا اظہار تو نے
سمجھتا ہوں میں تجھ پہ کتنا اثر ہے

قدم ڈرتے ڈرتے ذرا آپ اٹھائیں
کہ راہِ محبت بہت پُر خطر ہے

نثار اپنی جانِ حزیں ان پہ کر دے
ترے دل میں بھی تو کوئی جلوہ گر ہے

کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے
منور ترا بھی تو اب بام و در ہے

رہے یاد میں ان کی مشغول ہر دم
سوا ان کے جو کچھ ہے سب درد سر ہے

جو تیرِ نظر سے ہوا ان کے گھائل
وہی بس حقیقت میں قلب و جگر ہے

ہماری دعا ہے تو ہو جائے ان کا
یہ اُن کے کرم پر مگر منحصر ہے

میں قربان تجھ پر کہ دیوانہ احمد
ترے عشق میں پھر رہا در بدر ہے

مبارک ہو حسن لیکن ہے دنیائے دنی فانی

خبر آئی، سنی میں نے یہ دولت کی فراوانی
مبارک ہو حسن لیکن ہے دنیائے دنی فانی

عبث نازاں ہے تو دنیا کے مال و زر پہ اے ناداں
جو مرنا ہے تو پھر کس کام کا ہے تاج سلطانی

جہاں پر بیٹھنے سے دل کی ظلمت دور ہوتی ہو
بتاؤ تو ملی ہے کوئی ایسی بزم نورانی

یہ بے مہری، ملا جام محبت جس کے ہاتھوں سے
بھلا بیٹھا اسی کو ہائے ظالم تیری نادانی

حرارت دین کی کچھ کم ہوئی ہے نبض دکھلائیں
اگر مل جائے کوئی واقفِ اسرار پنہانی

یہ مصرعہ یاد رکھنا، کہہ گئے ہیں جس کو خاقانی
"کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی"

محبت ہی کو میں اس زیست کا حاصل سمجھتا ہوں

ترا واپس چلا جانا محبت ہے سمجھتا ہوں
نہ جانے بات کیا ہے، کس لئے آخر تڑپتا ہوں
میں اس قابل نہیں، لیکن کسی کی مہربانی سے
تم آتے ہو تو میں ابرِ کرم بن کر برستا ہوں
محبت ہی میں پوشیدہ دو عالم کی سعادت ہے
محبت ہی کو میں اس زیست کا حاصل سمجھتا ہوں

قدم راہِ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا

ترے جانے سے رونق اڑ گئی اے دوست محفل کی
یہ کس نے چھین لی دم بھر میں اُف راحت مرے دل کی
حضوری میں جو عالم دل کا تھا کیا پوچھنا اس کا
مگر غیبت میں کیا سے کیا ہوئی حالت مرے دل کی
قدم راہِ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا
وہ کیا جانے، وہ کیا سمجھے کرامت تیغِ قاتل کی

اگر یوں ہی آپ آتے جاتے رہیں گے

اگر یوں ہی آپ آتے جاتے رہیں گے تو پھل اپنی الفت کا پاتے رہیں گے
اگر تیر الفت کے کھاتے رہیں گے تو دوزخ کو جنت بناتے رہیں گے
تصور میں تیرے وہ آتے رہیں گے وہ نقش محبت جماتے رہیں گے
تجھے اپنے در پر بلاتے رہیں گے وہ سینے سے تجھ کو لگاتے رہیں گے
وہ آنکھوں میں تیری سماتے رہیں گے تجھے اپنا جلوہ دکھاتے رہیں گے
ترے دل پہ بجلی گراتے رہیں گے ہر اک ماسوا کو جلاتے رہیں گے
وہ تیری خودی کو مٹاتے رہیں گے خود اپنا سا تجھ کو بناتے رہیں گے
جو اشکِ ندامت بہاتے رہیں گے تو بادل بھی رحمت کے چھاتے رہیں گے
شراب محبت پلاتے رہیں گے تجھے مست و بے خود بناتے رہیں گے

اِدھر دل کو وہ دل بناتے رہیں گے
اُدھر آپ انعام پاتے رہیں گے

جو پھل اپنی الفت کا پانے لگے

ہماری گلی میں وہ آنے لگے
مزے کچھ محبت کے پانے لگے
جو پھل اپنی الفت کا پانے لگے
مجھے چھوڑ کر کیوں وہ جانے لگے

عجیب کیف ہے بانکے جلال پور میں آج

عجیب کیف ہے بانکے جلال پور میں آج
جسے بھی دیکھئے ہے عالمِ سُرور میں آج

یہ بات کیا ہے کہ سب ظلمتیں ہوئیں کافور
نظر جو آتا ہے ڈوبا ہوا ہے نور میں آج

یہ کس کا فیض ہے جس نے دلوں کو تڑپایا
یہ جان پڑ گئی کیوں دوستو قصور میں آج

جو سست گام رہِ عشق میں تھے غیبت سے
وہ تیز گام ہوئے عالمِ حضور میں آج

کوئی خزاں میں ہے اُلجھا، کوئی بہار میں مست
کوئی ہے غرقِ محبت، کوئی شرور میں آج

یہ کس نے جامِ محبت پلا دیا سب کو
اسی لئے ہیں یہ سب تشنۂ سرور میں آج

وفورِ شوق میں رقصاں ہوئے زمان و مکان
خبر نہیں کہ اب آئے گا کیا ظہور میں آج

تری نگاہِ محبت کا فیض، کیا کہنا
غرور اب نہیں باقی سرِ غرور میں آج

یہ حال ہو گیا آخر مرا بہ فیضِ جنوں
بہارِ خلد ہے حاصل تمام امور میں آج

عزیز ہو گئیں ان کی ادائیں سب دل کو
عجیب شان نمایاں ہوئی شعور میں آج

"لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم"
نہ جانے گذرے گی کیا دل پہ ذکرِ طور میں آج

"نذیر" ہو گئے آخر "بشیر" اے احمد
اسی سے جوش ہے یہ مجمع البحور میں آج

نظر میں بس گئے دل میں سما گئے احمد
رہا نہ فرق ذرا بھی قریب و دور میں آج

دل کسی غیر کو دیدیں تو یہی بدعت ہے

عشق کی راہ میں واللہ عجب لذت ہے
اس میں تکلیف بھی ہو تب بھی بڑی راحت ہے
ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
ہم تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنت ہے
مئے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دیدیں تو یہی بدعت ہے
جو بھی پیش آئے تری راہ میں نعمت سمجھیں
ہم شکایت نہ کریں دل میں اگر الفت ہے

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے
مقدر سے جسے حاصل فنائے تام ہوتا ہے
حقیقت میں وہی تو قابل انعام ہوتا ہے
بتاؤں آپ سے کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے
دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے

آپ کا انتظار کرتا ہوں
شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں
میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس کیوں تم مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

کیوں نہ ہو بے انتہا احمد کو غم
جب ستم کو ہم سمجھتے ہیں کرم

آگے بھی برسا نہ جب ابر کرم
خوش رہیں ہر حال میں پھر کیوں نہ ہم

حضرت ناصح مقامِ عشق سے ہیں دور ابھی
ہوش کے بندے جنوں کے فیض سے ہیں دور ابھی

نشۂ جامِ محبت سے نہیں ہیں چور ابھی
جان و دل ان پر فدا کرنا نہیں منظور ابھی

امتحاں مومن کا ہوتا ہے منافق کا نہیں
یہ مقامِ قرب ہے رتبہ یہ فاسق کا نہیں

صفت مومن کی یہ ممکن ہے حق سے ٹل جانا
منافق کی صفت یہ ہے کہ ہر سانچے میں ڈھل جانا

دیکھنے والے مرے دیدۂ تر کو دیکھیں
اور ہم ان کی محبت کے اثر کو دیکھیں
ان پہ قربان، مجھے دولتِ ایماں بخشی
اس کے ہوتے ہوئے کیا لعل و گہر کو دیکھیں
ہو نہیں سکتی محبت کی حقیقت معلوم
ہم نہ جب تک کسی منظورِ نظر کو دیکھیں
اللہ اللہ، ہمیں دیکھ رہا ہے کوئی
اب کہاں ہوش جو ہم شام و سحر کو دیکھیں

اپنے ذوق وحال کے مطابق مولانا کے ترمیم کردہ
چند اشعار

شعر

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب — کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

ترمیم

عشق کی شان نرالی ہے انوکھی احمد — کہ لگائے سے لگے اور بجھائے نہ بجھے

شعر

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد — پر طبیعت ادھر نہیں آتی

ترمیم

جانتے گر ثوابِ طاعت و زہد — پھر طبیعت ادھر نہ کیوں آتی

شعر

عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ترمیم

عشق نے احمد مجلّی کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

شعر

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ　　ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ترمیم

قتل کے بعد بھی نادم وہ جفا سے نہ ہوا　　اس نے سیکھا ہی نہیں ہائے پشیماں ہونا

شعر

مئے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو　　یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

ترمیم

مئے سے غرض نشاط ہو، یا بیخودی کی حرص　　لاحول پڑھ کے مارنا دولات چاہیئے

شعر

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب　　شرم تم کو مگر نہیں آتی

ترمیم

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا　　شرم کو خاک میں ملاؤں گا
روؤں گا خوب گڑگڑاؤں گا　　توبہ کر کے انھیں مناؤں گا
ان کی مرضی پہ اب چلوں گا میں　　منہ کو اب اپنے منہ بناؤں گا

شعر

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا　　بندے اگر قصور نہ کرتے، قصور تھا

ترمیم

موقوف طاعنوں پہ کرم کا ظہور ہے — سمجھے نہ تو اگر تو یہ ترا قصور ہے
یہ قول ہے گناہ، دماغی فتور ہے — کرتا ہے جو گناہ، وہ رحمت سے دور ہے

شعر

اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں — اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

ترمیم

جب کشمکش کے دام میں پنہاں بہار ہو — کیوں الفت چمن پہ نہ عاشق نثار ہو

شعر

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا میں — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ترمیم

کہہ رہا ہوں میں ہوش میں کیا کیا — کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

شعر

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں — کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

ترمیم

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں — محبت دیکے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرار محبت — نہیں سمجھا، میں سمجھایا گیا ہوں

شعر

قسمت کی خوبی دیکھیئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ترمیم

جوش جنوں میں توڑ دیا میں نے خود کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا
قسمت کی خوبی کہتے ہیں اس کو عزیز من
رحمت کے پر سے اڑ کے سر بام آگیا

شعر

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ترمیم

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھنے کی روز و شب دعا کی

شعر

فغاں میں آہ میں فریاد میں نالہ میں شیون میں
سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

ترمیم

فغاں میں آہ میں، فریاد میں نالہ میں شیون میں
سناتا دردِ دل الفت جو ہوتی سننے والوں میں

شعر

بھڑکا رہا ہوں آتش عصیاں ہر ایک سمت
پھیلا رہا ہوں رحمت پروردگار کو

ترمیم

بھڑکا رہا ہوں آتش عصیاں ہر ایک سمت
ناراض کر رہا ہوں میں پروردگار کو

شعر

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیۓ جا رہا ہوں میں

ترمیم

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں کو دل سے پیار کیۓ جا رہا ہوں میں

شعر

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

ترمیم

سوداگری سکھائی ہے پروردگار نے
پھر کس لئے جزا کی تمنائیں چھوڑ دوں

شعر

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نظر ہی مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترمیم

خرد ہزار کہے لا الٰہ الا اللہ
ان کی مرضی پہ قرباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نامعلوم ہندی دوہے

لکڑی جل کوئلہ بھیو کوئلہ جل بھیو راکھ
میں پاپن ایسی جلی کہ کوئلہ بھیو نہ راکھ

ترمیم

لکڑی جل کوئلہ بھیو کوئلہ جل بھیو راکھ
میں پاپی ایسا جلا کہ ہو گیا بالکل پاک

ہندی دوہہ

جو میں ایسا جانتی کہ پریت کیے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈھورا پیٹتی کہ پریت کرے نہ کوئے

ترمیم

جانے کس نے یہ کہا کہ پریت کیے دکھ ہوئے
لیکن میں کہتا ہوں احمد پریت کیے سکھ ہوئے
پریت کی لذت جب سے ملی ہے دل کا عالم ہے کچھ اور
نگر ڈھنڈھورا پیٹ رہا ہوں پریت کرو سب کوئے

شعر

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ترمیم

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے دل کو دیکھتے ہیں

شعر

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

ترمیم

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
ہم سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے